﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءِ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد۱۱ | جمعۃ المبارک ۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۴ء | ۷؍رمضان ۱۴۲۵ہجری قمری ۲۲؍اخاء ۱۳۸۳ہجری شمسی | شمارہ ۴۳

قبولیت دعا کا مہینہ

حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والے فرشتہ کو بھیج دیتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور آگے بڑھ۔ کیا کوئی ہے جو دعا کرے تا کہ اس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اسے بخش دیا جائے کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ (کنزل العمال)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے نزول کے دن ہیں

روزہ کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ انسان بھوکا رہے بلکہ چاہئے کہ روزہ دار خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو

”رمض تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے اس لئے روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہوجاتے ہیں“۔ (الحکم ۲۲؍جولائی ۱۹۰۱ء)

اسی طرح فرمایا: ”رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے۔ دعاؤں کا مہینہ ہے“۔

نیز فرمایا: ”میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہوجاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے نزول کے دن ہیں“۔ (الحکم ۲۴؍جنوری ۱۹۰۱ء)

”روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے“۔

(ملفوظات جلد پنجم طبع جدید صفحہ ۱۰۲)

خدا تعالیٰ پر ایمان وتوکل کی ایک شاندار مثال

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”۱۹۵۳ء میں جس صبح ہمیں پکڑ کر لے گئے تھے اُس رات اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ صبح تمہیں گرفتار کرلیں گے۔ جو ٹیم آئی ہوئی تھی اسے بھی پتہ نہیں تھا، شاید اس کو آرڈر بعد میں آیا تھا۔ چونکہ مجھے پتہ تھا اس لئے صبح جس وقت انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو مَیں نے بچوں کو جو اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ (ان میں سے ایک تو غالباً ۳ سال کا تھا) ان سے میں نے کہا کہ میں نے نہ چوری کی، نہ ڈاکہ مارا، نہ قانون ملکی توڑا ہے، نہ قانون الٰہی کو توڑا ہے۔ اگر مجھے آج پکڑ کر لے گئے تو میں مظلوم ہوں اور تمہارے چہروں پر مَیں نے مسکراہٹ دیکھنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم منہ بنالو کہ ہمارے ابّا کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ چنانچہ گرفتاری کے وقت ۳ سال کے بچے کا چہرہ بھی مسکرا رہا تھا۔ ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر ہم نے اپنے ربّ کے لئے زندگی گزارنی ہے اور اپنے رب کی مخلوق کا خادم بننا ہے تو خواہ امتحان اور ابتلاء ہو اس رنگ کا جسے قضاء وقدر کہتے ہیں، خواہ وہ لوگوں کی طرف سے تکلیف اور ایذا ہو، ہمارے چہرے پر سے مسکراہٹ نہیں جانی چاہئے۔ کسی شکل میں بھی نہ حرف شکایت زبان پر لانا چاہئے اور نہ ہمیں غصہ آنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عظیم روحانی فرزند نے ہمارے دل سے ہر غیر کی دشمنی نکال کر باہر پھینک دی ہے۔ ہمارے دل میں کسی کی دشمنی نہیں ہے۔

ہمارے دل میں ہر ایک کے لئے محبت اور پیار اور ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ ہے۔ جو مرضی وہ کہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں جو چیز دی ہے وہ تو نہیں چھین سکتے۔ نہ انہیں چھیننی چاہئے۔ اگر وہ چھین لیں تو بڑے بدقسمت ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ اس نے ہمارے دل کو ان کے لئے محبت اور پیار اور خدمت کے جذبہ سے معمور کردیا ہے۔“ (مشعل راہ جلد دوم۔ صفحہ ۲۴۶)

فرمودات خلفاء

کل کی فکر آج کرو

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾(الحشر:19) کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر نفس کو چاہئے کہ وہ دیکھتا رہے کہ کل کے لئے اس نے کیا کیا اور تقویٰ اپنا شعار بنائے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔

غرض دنیا وعقبیٰ میں جس کامیابی کا ایک گُر بتایا کہ انسان کل کی فکر آج کرے اور اپنے ہر قول وفعل میں یہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ میرے کاموں سے خبردار ہے۔ یہی تقویٰ کی جڑ ہے اور یہی کامیابی کی روح رواں ہے۔ برخلاف اس کے انجیل کی یہ تعلیم ہے جو متی باب ۶ آیت ۳۴ میں مذکور ہے بایں الفاظ کہ ”کل کے لئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کرے گا۔ آج کا دُکھ آج کے لئے کافی ہے۔“

اگر ان دونوں تعلیموں پر غور کریں تو صرف اسی ایک مسئلہ سے اسلام وعیسائیت کی صداقت کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ایک نیک دل، پارسا، طالبِ نجات، طالبِ حق خوب سمجھ لیتا ہے کہ عملی زندگی کے اعتبار سے کون سا مذہب اَحَقُّ بِالْقُبُوْل ہے۔

اگر انجیل کی اس آیت پر، ہم کیا، خود انجیل کے ماننے والے عیسائی بھی عمل کریں تو دنیا کی تمام ترقیاں رُک جائیں اور تمام کاروبار بند ہو جائیں۔ نہ تو بجٹ بنیں، نہ ان کے مطابق عمل درآمد ہو۔ نہ ریل گاڑیوں اور جہازوں کے پروگرام پہلے شائع ہوں۔ نہ کسی تجارتی کارخانے کو اشتہار دینے کا موقعہ ملے۔ نہ کسی گھر میں کھانے کی کوئی چیز پائی جائے اور نہ غالباً بازاروں سے مل سکے کیونکہ کل کی تو فکر ہی نہیں بلکہ فکر کرنا گناہ ہے۔ برخلاف اس کے قرآن مجید کی تعلیم کیا پاک اور عملی زندگی میں کام آنے والی ہے اور لطف یہ ہے کہ عیسائیوں کا اپنا عمل درآمد بھی اسی آیت پر ہے۔ ورنہ آج ہی سے سب کاروبار بند ہوجائیں اور کوئی نظام سلطنت قائم نہ رہے۔ قرآن پاک کی تعلیم ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾(الحشر: 19) پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف دنیا میں کامران ہوتا ہے بلکہ عقبیٰ میں بھی خدا کے فضل سے سرخرو ہوگا۔ ہم کبھی آخرت کے لئے سرمایۂ نجات جمع نہیں کرسکتے جب تک آج ہی سے اس دارالقرار کے لئے تیاری نہ شروع کردیں“۔

”چاہئے کہ ہر ایک نفس دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا تیاری کی ہے۔ انسان کے ساتھ ایک نفس لگا ہوا ہے جو ہر وقت مبدّل ہے کیونکہ جسم انسانی ہر وقت تحلیل ہو رہا ہے۔ جب اس نفس کے واسطے جو ہر وقت تحلیل ہو رہا ہے اور اس کے ذرّات جُدا ہوتے جاتے ہیں اس قدر تیاریاں کی جاتی ہیں اور اس کی حفاظت کے واسطے سامان مہیّا کئے جاتے ہیں تو پھر کس قدر تیاری اس نفس کے واسطے ہونی چاہئے جس کے ذمہ موت کے بعد کی جواب دہی لازم ہے۔ اس آنی فنا والے جسم کے واسطے جتنا فکر کیا جاتا ہے کاش کہ اتنا فکر اس نفس کے واسطے کیا جاوے جو کہ جواب دہی کرنے والا ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۶۶،۶۷)

اداریہ

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

رمضان قرآن مجید کے نزول کا مہینہ ہے۔حضور ﷺ اس مقدس مہینہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معیّت میں قرآن مجید کا دور مکمل فرمایا کرتے تھے اور اسی بابرکت مہینہ میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔

ہماری جماعت کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن مجید سے جو دوری اور بُعد پیدا ہو چکا تھا اور قرآن مجید مہجور و متروک ہو کر اور اس پر ایمان حضور ﷺ کی پیش خبریوں کے مطابق اٹھ چکا اور گویا ثریا ستارے پر جاچکا تھا اسے پھر سے زندگی بخش حقیقت اور روشنی عطا کرنے والی معرفت کے طور پر دنیا میں عام کیا جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب آپ کے ملفوظات وتقاریر قرآنی فہم وعلوم کو عام کرنے کا بنیادی ذریعہ تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا قرآن مجید سے پیار و محبت اپنی مثال آپ تھا۔آپ دن رات قرآن مجید پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتے یہی آپ کی غذا اور یہی آپ کا شوق تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو تفسیر قرآن کا خاص علم عطا ہوا تھا جسے آپ نے جماعت میں منتقل فرمایا اور یہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ تھا کہ آپ نے اپنے شاگردوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو قرآن مجید پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہی۔حضرت مصلح موعودؓ بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہی تھے اسی طرح حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ بھی آپ کے نمایاں شاگردوں میں سے تھے۔حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ آپ رمضان میں نماز ظہر و عصر کے درمیان روزانہ ایک پارے کی تلاوت فرماتے اور پھر اس کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بھی بیان فرماتے۔آپ کے درس سے استفادہ کرنے والے اس درس کی علمی و ادبی شان کو بڑی محبت وعقیدت سے یاد کرتے تھے۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا درس حدیث خاص طور پر مقبول تھا تاہم آپ بھی ابتداء میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ان دنوں بزرگوں کے تراجم قرآن جماعت میں بہت مقبول تھے۔حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ بھی اپنے نہایت عالمانہ انداز میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔آپ کے درس کے نوٹ اخبار الحکم میں شائع ہوتے تھے اور ان سے بھی جماعت ایک علمی ورثہ کی طرح محبت وعقیدت سے استفادہ کرتی تھی۔ایک عرصہ تک جماعت میں یہی تراجم تھے۔تاہم حضرت مصلح موعودؓ کے درس قرآن اپنی ایک خاص شان رکھتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وصیت کے مطابق آپ نے بھی باوجود اپنی غیر معمولی مصروفیات کے درس قرآن کا اہتمام کسی نہ کسی رنگ میں ضرور جاری رکھا۔آپ پر بیماری کا جو شدید حملہ ہوا اس دن بھی آپ نے مستورات میں قرآن مجید کا درس دیا تھا گویا آپ عمر بھر اس بنیادی کام کے لئے ضرور وقت نکالتے رہے۔بلکہ بیماری کے ایام میں بھی جب آپ بحالی صحت اور علاج کے لئے یورپ تشریف لائے تو آپ نے کسی قدر صحت بحال ہونے کے بعد قرآن مجید کی تفسیر کے بعض نادر نکات پر مشتمل خطبات ارشاد فرمائے۔

تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر آپ کا ایک علمی زندہ جاوید کارنامہ ہے۔قرآن مجید کی یہ ایک ایسی خدمت ہے جو آپ کو امت مسلمہ کے بلند پایہ مفسرین میں ایک خاص مقام پر فائز کر دیتی ہے۔تفسیر صغیر نے ایک لمبے عرصہ تک جماعت میں ترجمہ قرآن کی تعلیم وترویج کی ضرورت کو باحسن رنگ سرانجام دیا کیونکہ یہ بامحاورہ ترجمہ سلیس اور عام فہم زبان میں کیا گیا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اردو لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کو ایک اَور جہت سے بیان فرمایا جو آجکل بکثرت طبع ہو کر ضرورت مندوں کے ہاتھ میں پہنچ رہا ہے۔

قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسیح پاک علیہ السلام کی جماعت کو مل رہی ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں انگریزی زبان میں ترجمہ پر کام شروع ہو گیا تھا تاہم جماعتی طور پر خلافت ثانیہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کو ایک بلند پایہ معیاری ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔انگریزی میں مختصر تفسیر کی تیاری کی سعادت مکرم ملک غلام فرید صاحب کے حصہ میں آئی۔جماعت کے بعض اور بزرگوں نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا جن میں حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ بھی شامل تھے۔

دنیا کی مختلف بڑی بڑی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم تیار ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی عام اشاعت کا اہتمام فرمایا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ جماعت کو کوشش کرنی چاہئے کہ ہر شخص کے پاس اس کی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ پہنچ جائے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جہاد کبیر آج بھی جاری ہے اور قرآن مجید اور مختلف زبانوں میں تراجم کی اشاعت کا دائرہ مسلسل بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ اس مینارہ نور سے دنیا بھر میں روشنی ہو جائے اور ہم میں سے ہر شخص کا سینہ و دل اس نور سے منور رہے۔آمین

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں ۔۔۔ ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا ۔۔۔ وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا ۔۔۔ ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

(عبدالباسط شاہد)

دِلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

(منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

عجب نوریست در جانِ محمدؐ ۔۔۔ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
زظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ۔۔۔ کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دل آں ناکساں را ۔۔۔ کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ۔۔۔ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدازاں سینہ بیزار ست صدبار ۔۔۔ کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خُدا خود سوزد آں کرمِ دَنی را ۔۔۔ کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ۔۔۔ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ۔۔۔ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگرخواہی دلیلے عاشقش باش ۔۔۔ محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ ۔۔۔ دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم ۔۔۔ نثارِ روئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند ۔۔۔ نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے ۔۔۔ کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
بسے سہلست از دنیا بریدن ۔۔۔ بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من ۔۔۔ کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر اُستاد را نامے ندانم ۔۔۔ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم ۔۔۔ کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید ۔۔۔ نخواہم جُز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید ۔۔۔ کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم ۔۔۔ کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
توجانِ ما منوّر کردی از عشق ۔۔۔ فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صدجاں دریں راہ ۔۔۔ نباشد نیز شایانِ محمدؐ
الا اے دشمنِ نادان و بے راہ ۔۔۔ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم ۔۔۔ بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ ۔۔۔ ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشاں است ۔۔۔ بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

(از کتاب آئینۂ کمالات اسلام)

ترجمہ: محمد ﷺ کی جان میں ایک عجیب نور ہے۔محمدؐ کی کان میں ایک عجیب وغریب لعل ہے۔دل اُس وقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمدؐ کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے۔مَیں ان نالائقوں کے دلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمدؐ کے دسترخوان سے منہ پھیرتے ہیں۔دونوں جہان میں مَیں کسی شخص کو نہیں جانتا جو محمدؐ کی سی شان وشوکت رکھتا ہو۔خدا اس دل سے سخت بیزار ہے جو محمدؐ سے کینہ رکھتا ہو۔خدا خود اس ذلیل کیڑے کو جلا دیتا ہے جو محمدؐ کے دشمنوں میں سے ہو۔اگر تو نفس کی بدمستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمدؐ کے مستانوں میں سے ہو جا۔اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تیری تعریف کرے تو تہ دل سے محمدؐ کا مدح خوان بن جا۔اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ ہی خود محمدؐ کی دلیل ہے۔میرا سر احمدؐ کی خاک پا پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمدؐ پر قربان۔رسول اللہ کی زلفوں کی قسم کہ مَیں محمدؐ کے نورانی چہرے پر قربان ہوں۔اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے تو پھر بھی مَیں محمدؐ کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیروں گا۔دین کے معاملہ میں مَیں سارے جہان سے بھی نہیں ڈرتا کہ مجھ میں محمدؐ کے ایمان کا رنگ ہے۔دنیا سے قطع تعلق کرنا نہایت آسان ہے محمدؐ کے حسن واحسان کو یاد کر لے۔اس کی راہ میں میرا ہر ذرہ قربان ہے کیونکہ مَیں نے محمدؐ کا مخفی حسن دیکھ لیا ہے۔مَیں اور کسی استاد کا نام نہیں جانتا کیونکہ مَیں تو محمدؐ کے مدرسہ میں پڑھا ہوں۔اور کسی معشوق سے مجھے واسطہ نہیں کہ مَیں تو محمدؐ کے ناز و ادا کا مقتول ہوں۔مجھے تو اسی آنکھ کی نظرِ مہر درکار ہے مَیں محمدؐ کے باغ کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔میرے زخمی دل کو میرے پہلو میں تلاش نہ کرو کہا سے تو ہم نے محمدؐ کے دامن سے باندھ دیا ہے۔مَیں طائران قدس میں سے وہ اعلیٰ پرندہ ہوں جو محمدؐ کے باغ میں بسیرا رکھتا ہے۔تو نے عشق کی وجہ سے ہماری جان کو روشن کر دیا اے محمدؐ کی جان تجھ پر میری جان فدا ہو۔اگر اس راہ میں مَیں سو جان سے قربان ہو جاؤں تو بھی مجھے یہ افسوس رہے گا کہ یہ محمدؐ کی شان کے شایاں نہیں ہے۔اس جوان کو کس قدر رعب دیا گیا ہے کہ محمدؐ کے میدان میں کوئی بھی مقابلہ پر نہیں آتا۔اے نادان اور گمراہ دشمن ہوشیار ہو جا اور محمدؐ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔خدا کے اس راستہ کو جسے لوگوں نے بھلا دیا ہے تو محمدؐ کی آل اور انصار میں ڈھونڈھ۔خبردار ہو جا اے وہ شخص جو محمدؐ کی شان اور نیز محمدؐ کے چمکتے ہوئے نور کا منکر ہے کہ اگرچہ کرامت اب ہر جگہ مفقود ہے مگر تو آ اور اسے محمدؐ کے غلاموں میں دیکھ لے۔

درس سورۃ الفاتحہ

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ۔ 3/جون 1984ء)

{سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1984ء میں مسجد فضل لندن میں انگریزی زبان میں درس قرآن مجید دیا جس میں سورۃ فاتحہ کے مضامین کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا۔ یہ درس القرآن علم و معرفت کا ایک خزانہ ہے اور اس سے کما حقہٗ مستفید ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس درس کی ریکارڈنگ آڈیو / ویڈیو براہ راست حضوررحمہ اللہ کی آواز میں سنی اور دیکھی جائے۔تا ہم ایسے احباب کے استفادہ کے لئے جو انگریزی بالکل نہیں جانتے مکرم خلیل الرحمن ملک صاحب نے سادہ اور عام فہم اردو میں اس درس میں بیان فرمودہ مضامین کو ڈھالا ہے۔یہ مکمل طور پر لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ حضور رحمہ اللہ کے بیان فرمودہ مضامین کو سادہ رواں اردو میں بیان کیا گیا ہے۔ادارہ الفضل اسے اپنی ذمہ داری پر ھدیۂ قارئین کر رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ قارئین کے علم و عرفان میں اضافہ ہو گا بلکہ یہ احباب کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت کو بڑھانے اور اس پر غورو تدبر کرنے اور اپنی زندگیوں میں اس کی برکات کو سمیٹنے کی تحریک کا موجب بھی ہو گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نور قرآن سے منور فرمائے۔آمین(مدیر) }

درس سورۃ الفاتحہ

فرمودہ 3/جون 1984ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سورۃ فاتحہ سے درس قرآن مجید کا آغاز کرتے ہوئے اس کی تشریح و تفسیر میں فرمایا:

سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی پہلی سورۃ ہے۔اس کے دوسرے نام اُمّ القرآن اور اُمّ الکتاب بھی ہیں۔ اس کی آیات تمام قرآنی خوبیوں اور مطالب پر حاوی ہیں۔ایک سرسری مطالعہ کرنے والے کے لئے یہ بات عجیب ہوگی کہ اس قدر چھوٹی سورۃ قرآن کریم کے تمام مطالب پر حاوی ہے۔لیکن اگر آپ خدا تعالیٰ کے افعال پر غور کریں جو کائنات میں عمل پیرا ہیں تو آپ آسانی سے خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھ سکیں گے۔کائنات میں ہمیں کئی چیزیں ابتدائی اور جنین کی حالت میں نظر آئیں گی جو عظیم چیزوں کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔اس ابتدائی حالت میں مختصر پیمانہ پر حیرت انگیز اشیاء اس قدر چھوٹی حالت میں سما گئی ہیں کہ ایک ناواقف انسان یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا کہ ایک نہایت عظیم اور جسیم چیز اس قدر قلیل جگہ میں سما سکتی ہے۔مثال کے طور پر آپ اپنی پیدائش پر نظر ڈالیں۔

ہر انسان ابتداء میں ایک معمولی کیڑے کی سی حالت سے پیدائش کا آغاز کرتا ہے جو نصف نطفہ اور نصف بیضہ سے تیار ہوتی ہے۔اس ابتدائی پیدائش کے وقت یقین نہیں آتا کہ اس قدر معمولی حالت میں مستقبل کے تمام قویٰ اور اس کا پورا ڈھانچہ سمایا ہوا ہے۔مثلاً اسی لمحے یہ طے پاجاتا ہے کہ کس قسم کا مرد یا عورت پیدا ہوگی۔اس قدر قلیل جگہ میں ہر بات ریکارڈ کردی جاتی ہے۔مثلاً کس طرح اور کس شکل کے دانت بنیں گے اور کب ایک حالت پر پہنچ کر وہ مزید بڑھنا بند کردیں گے۔تمام تر ڈھانچہ مثلاً آنکھیں، ناک، سر اور دماغ کا ہر خلیہ، دل، جگر، خون کا ہر خلیہ، اسی وقت اس کا Blue Print یعنی خاکہ موجود ہوتا ہے یا پیغام کی صورت میں نقش ہوتا ہے۔یہ بھی نقش ہوتا ہے کہ کب بال سفید ہونے شروع ہوں گے، کب آدمی بلوغت کو پہنچے گا اور کب تک اس کا زمانہ بلوغت قائم رہے گا۔یہ سب کچھ اسی وقت سے اس میں نقش ہوجاتا ہے۔

سائنس دان اعتراف کرتے ہیں کہ ابھی تک انکی تحقیق مکمل نہیں ہوئی۔انسان کی وہ ابتدائی حالت جو ایک واحد خلیہ کی شکل میں ہوتی ہے اس قدر معلومات کی حامل ہوتی ہے کہ اگر آپ ان معلومات کو کتابی شکل میں قلمبند کرنا چاہیں تو پچاس جلدیں درکار ہونگی اور ان پچاس جلدوں میں بھی آپ کو اختصار سے کام لینا ہوگا۔ اور یہ بھی ایک سرسری تخمینہ ہے۔

سائنس دان زندگی کے عجائبات سے واقفیت کی محض ابتداء کر رہے ہیں۔مثلاً دماغ جو اپنی تمام تر تفاصیل کے ساتھ جنین کی اس نامکمل ابتدائی حالت میں نقش ہے سائنس دان ابھی تک اسے بھی نہیں سمجھ سکے اور ابھی اس کی سطح پر گھوم رہے ہیں۔یہ صرف ہمارا دعویٰ ہی نہیں، ذہین سائنس دان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابھی تک ہم دماغ کے بارے میں سطحی علم حاصل کر رہے ہیں۔پس اگر آپ خدا تعالیٰ کے افعال پر نظر دوڑائیں تو آپ خدا تعالیٰ کے کلام کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔اس کے متعلق ہم بعد میں بحث کریں گے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾۔

یہ آیت قرآن کریم میں بار بار دہرائی گئی ہے اور قرآن کریم کی تمام سورتیں سوائے سورۃ توبہ کے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔اس کے متعلق مفسرین کا خیال ہے کہ یہ الگ سورۃ نہیں۔بعض علماء کے خیال میں اس کی وجہ سورۃ توبہ کا مضمون ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا ذکر ہے جو انسان کے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اس لئے اس کے شروع میں بالارادہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔وجہ یہ کہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ خدا تعالیٰ کا تعارف بے حد رحم کرنے والی ہستی سے کرواتی ہے لیکن سورۃ توبہ میں ذکر ہے کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کے سزاوار ٹھہریں گے اس لئے یہ سورۃ بالارادہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے شروع نہیں کی گئی۔اس خلا کو پُر کرنے کے لئے ایک اور سورۃ میں بِسْمِ اللّٰهِ کا اضافہ کردیا گیا ہے اور اس طرح آیت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کی تعداد قرآن کریم کی سورتوں کے برابر ہوگئی ہے۔بہرکیف سورۃ توبہ میں بِسْمِ اللّٰهِ شامل نہ کرنے کی جو بھی وجہ ہو ایک بات یقینی ہے کہ اصولی طور پر یہ آیت ہر سورۃ کے شروع میں رکھی گئی ہے اور اگر سورۃ توبہ کو الگ سورۃ شمار کیا جائے تو پھر اسے اس اصول سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

اسم کے معانی

اب ہم ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ کے معانی کی طرف آتے ہیں۔پہلا حرف 'ب' ہے یہ بامعنیٰ حرف ہے۔جس کے معنے ہیں 'سے' یا 'ساتھ' یا 'ذریعہ سے' یا 'مدد کے ساتھ'۔یہ تمام معانی 'باء' کے ہیں۔﴿اسم﴾ کا معنی ہے نام۔لیکن یہ لفظ اسم کے معانی پوری طرح ظاہر نہیں کرتا۔اسم کا مادہ وَسْمٌ یا سَمُوٌ ہے۔وَسَمَ کے معنی ہیں نشان لگانا اور سَمُوٌ کا مطلب ہے بلندی۔ اور یہ دونوں معانی لفظ ﴿اِسْم﴾ میں پائے جاتے ہیں۔جب آپ کسی کو کوئی نام دیتے ہیں تو آپ اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس طرح وہ دوسروں سے ممتاز ہوجاتا ہے۔نام کے ساتھ اس پر ایک نشان لگ جاتا ہے۔پس نام اس کی امتیازی خصوصیت بن جاتا ہے۔ یہ نام کئی چیزوں کا بھی ہوسکتا ہے جیسے جماعت یا گروہ کا نام۔جب ایک فرد کا نام ہو تو ذاتی نام کہلائے گا۔لیکن عربی زبان میں ﴿اسم﴾ صرف بلا اصول نشان کا نام نہیں۔ہاں جب اس کا مادہ ﴿وَسَم﴾ لیں تو بلا اصول نشان دینے کا مطلب پایا جائے گا۔لیکن سَمُوٌ مادہ کے تحت یہ بامعنی نام ہوگا۔اس لحاظ سے عربی زبان میں دو قسم کے اسماء ہیں۔ایک وہ جو بامعنی نہیں اور دوسرے وہ جو بامعنی یعنی صفاتی نام ہیں۔

پس عربی لفظ اسم بہت جامع اور وسیع معنی رکھتا ہے۔اب اگر آپ ناموں کی فلاسفی کا مطالعہ کریں تو آپ بخوبی سمجھ لیں گے کہ اسماء یا تو ذاتی ہوں گے یا صفاتی۔مثلاً آپ کُتّے کو کُتّا کہتے ہیں جو اسی صنف کے جانوروں کا نام ہے۔آپ اس بحث میں نہیں پڑتے کہ یہ نام کیوں دیا گیا ہے۔لیکن جب آپ ایک آدمی کو کُتّا نام دیتے ہیں تو یہ صفاتی نام بن جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ آدمی کُتّے کی صفات رکھتا ہے۔

﴿اَللّٰه﴾

لفظ ﴿اَللّٰه﴾ بھی دو قسم کا نام ہے۔ایک بطور نشان جو ذاتی نام ہے۔جہاں تک ﴿اَللّٰه﴾ نام کا تعلق ہے یہ کسی نوع یا صنف کا نام نہیں۔اللہ تعالیٰ خود ایک نوع نہیں یعنی اس صنف کے بہت سے رکن نہیں اس لئے یہ صرف ایک نشان ہے۔یعنی ﴿اَللّٰه﴾ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔﴿اَللّٰه﴾ صفاتی نام نہیں۔یہ نام صرف خدا تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔یہ کسی اور نوع یا صنف کے لئے استعمال نہیں ہوگا۔اس کے علاوہ باقی تمام نام خدا تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔مثلاً ﴿اَلرَّحْمٰن، اَلرَّحِيْم﴾، دونوں صفاتی نام ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ تو یہاں اسم کے مادہ میں دونوں قسم کے نام شامل ہیں۔﴿اَللّٰه﴾ پہلی قسم ہے یعنی نشان اور ذاتی نام۔اور ﴿اَلرَّحْمٰن﴾ اور ﴿اَلرَّحِيْم﴾ دوسری قسم یعنی صفاتی نام ہیں۔﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بسم اللہ کے معانی

اب ہم پوری آیت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو لیتے ہیں کہ اس کی ساخت میں کیا معانی پوشیدہ ہیں۔اکثر مفسرین نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ 'ب' اور 'اسم' ایک فعل کا محتاج ہے جو غائب ہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾۔خدا کے نام کے ساتھ۔کیا؟ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ ایک لفظ غائب ہے۔یہ لفظ جو معانی میں واضح ہے اسے بالارادہ چھوڑ دیا گیا ہے۔بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لفظ اَبْدءُ ہے یعنی ابدءُ بسم اللّٰه۔میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔اور بعض کہتے ہیں یہ لفظ اَشْرَعُ ہے یعنی اَشْرَعُ بِسْمِ اللّٰه جس کے وہی معنے ہیں کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔بعض کہتے ہیں کہ لفظ اَقْرَءُ ہے۔یعنی اَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰه۔میں اللہ کے نام کے ساتھ پڑھتا ہوں۔بعض کہتے ہیں کہ یہاں کسی زائد لفظ کی ضرورت نہیں۔'اللہ کے نام کے ساتھ' کافی ہے۔اس کے معنی صرف یہ ہیں خدا سے اختیار چاہنا۔ اس لئے اگر کوئی لفظ شامل کرنا ہے تو وہ ان معانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے شامل کرنا چاہئے۔یہاں شروع کرنا یا پڑھنا مراد نہیں بلکہ صرف اختیار حاصل کرنا مراد ہے۔ جیسا کہ انگریزی زبان میں کہتے ہیں In the name of the King۔بادشاہ کے نام کے ساتھ۔تاریخ کے صفحات میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب کسی کو گرفتار کرتے تھے تو کہتے تھے بادشاہ کے نام کے ساتھ ہم تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔مطلب یہ کہ ہم اس کا اختیار اپنے بادشاہ سے لے رہے ہیں۔اس لحاظ سے فعل کے بغیر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے معنوں میں وسعت پیدا ہوجاتی ہے۔ عام طور پر ایسے موقع پر فعل شامل کیا جاتا ہے لیکن یہاں فعل حذف ہونے سے معانی زیادہ وسیع ہوگئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تینوں فعل جن کا ذکر ہوا ہے اور انکے علاوہ کئی اور افعال کا استعمال برمحل ہوگا۔

پس ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ 'مَیں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں' یا 'مَیں اللہ کے نام کے ساتھ پڑھتا ہوں'۔اور جب آپ کھانا کھانے سے پہلے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ کھاتا ہوں۔جب آپ ذبح کرتے وقت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے میں اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کرتا ہوں۔ پس جو کام بھی آپ کریں بسم اللہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کام میں میں اختیار خدا تعالیٰ سے لیتا ہوں۔یہ معنی دراصل سب دوسرے معانی میں مشترک طور پایا جائے گا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا سے اختیار حاصل کرنا کس بات پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ جب لوگ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہیں تو وہ اقرار

کرتے ہیں کہ وہ خود آزاد نہیں کہ جو چاہیں کریں۔ وہ اپنے تمام کاموں میں خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ پس ان الفاظ کو دہرانے سے وہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی وہ کرنے والے ہیں یا کر رہے ہیں، اس کرنے کا اختیار وہ خدا تعالیٰ سے لے رہے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ جب وہ ایسا فعل کریں جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہو تو اس حالت میں وہ خدا کی طرف باطل منسوب کر رہے ہوں گے اور یہ بات ظاہر کرے گی کہ وہ خدا تعالیٰ کا اختیار بے جا طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کا اختیار نہیں دیتا مثلاً دھوکا بازی سے کام لینا، دوسروں کا حق غصب کرنا، یا جب وہ ترازو میں کوئی چیز تولیں جیسے بعض حاجی بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ لیکن کم تول کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور انکے پیسوں کا پورا سودا نہیں دیتے اور اس طرح جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس وقت وہ گاہک کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتے کیونکہ وہ اسے دھوکا دے رہے ہوتے ہیں۔ بیچارے گاہک کو معلوم ہی نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن وہ خدا کی ملامت کے نیچے ہیں اور اس کے سامنے جوابدہ ہونگے۔

پس جب آپ کہتے ہیں ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ تو آپ فوراً ذمہ دار بن جاتے ہیں اس لئے آپ کو اپنے افعال کی ذمہ داری لینی چاہئے۔ اگر آپ غیر صالح کام کرتے ہیں تو آپ کا بسم اللہ کہنے کا کوئی حق نہیں۔ اگرچہ آپ ایسے کام سے پہلے ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ کہتے ہیں پھر بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایسا کام یا کلام تمام برکتوں سے محروم رہے گا۔

پس ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ ایک مسلمان کو ہمیشہ راہ راست پر رکھتی ہے اور اس کے لئے باعث ہدایت ہے۔ اس کے فعل پر روشنی ڈالتی ہے اور یہ روشنی صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہاں اسم کی ضرورت نہیں اسے حذف ہونا چاہئے تھا۔ یہ لوگ قرآن کریم پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیت کو مزید مختصر کیا جاسکتا ہے۔ بجائے ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ کے یہ کہنا چاہئے تھا ﴿بِاللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾۔

لیکن ایسا بالارادہ نہیں کہا گیا اور مفسرین نے اس کی کئی وجوہات پیش کی ہیں۔ سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ آپ براہ راست اللہ کو استعمال نہیں کر سکتے اس لئے ضروری تھا کہ اللہ سے پہلے کچھ رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ کی اس خوبی اور صفت کا اظہار کرتا ہو جس کے ذریعہ آپ اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنا سکیں۔ اس بنا پر اسم بندے اور خدا کے درمیان ذریعہ ٹھہرتا ہے۔ اس لئے ادب اور راستی کا تقاضا ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کا اختیار استعمال کرنا چاہیں تو اسکی صفات اور خوبیوں کے اظہار کے لئے لفظ اِسم استعمال کریں۔

جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ 'اللّٰہ' خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جو کسی اور ذات کے لئے کسی صورت میں بھی استعمال نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ بعض علماء جن میں مسلمان علماء بھی شامل ہیں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ﴿اللّٰہ﴾ دو لفظوں سے بنا ہے۔ ایک ال مخصوص کرنے کے لئے اور دوسرا اللہ یعنی اَلْاِلٰہُ، اکیلی ذات جو پرستش کے لائق ہے۔ اگرچہ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ ذاتی نام مفہوم بھی رکھتا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ یہ لفظ ال، الٰہ سے بنا ہے لیکن اب اکٹھا ہونے کے باعث یہ مشتق نام نہیں رہتا بلکہ ذاتی نشان بن جاتا ہے

دوسرے معنی یعنی 'بلندی' کی رُو سے لفظ اسم کا استعمال انتہائی برمحل ہے۔ جس کا برمحل استعمال صرف اسی وقت ہوتا ہے جب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو۔ حقیقی طور پر اس کا استعمال سوائے خدا کے اور کسی کے لئے نہ ہوسکے گا۔ برمحل اور جامع صرف خدا تعالیٰ کی صفات ہیں جو سب سے زیادہ ارفع ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے مقابلہ میں باقی تمام صفات تنزل میں ہیں اس لئے لفظ اسم اگر کسی ذات کے لئے جامع طور پر استعمال ہوسکتا ہے تو صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہوسکتا ہے۔ اسی طرح رحمٰن بھی خدا تعالیٰ کی نہایت ارفع صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس طرح رحیم بھی خدا تعالیٰ کی نہایت ارفع صفات میں سے ایک صفت ہے۔ فی الحقیقت رَحْمٰن اور رَحِیْم صفات تمام دوسری صفات کے لئے بطور ماں کے ہیں۔ غضب یا محبت کے اظہار کی صفات ہوں یا گناہ معاف کرنے یا سزا دینے کی صفات ہوں خدا تعالیٰ کی ہر صفت رَحْمٰن اور رَحِیْم سے ماخوذ ہے۔

یہ دو صفات سورۃ فاتحہ میں کیوں دھرائی گئی ہیں؟ حالانکہ آپ نے شروع میں ہی ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کی تلاوت کی ہے۔ یہ بحث میں بعد میں اٹھاؤں گا سب سے پہلے میں لفظ رحمٰن کے معانی کی طرف آتا ہوں۔

رحمٰن کے معانی

رحمٰن کا اطلاق بہت وسیع معنوں پر ہوتا ہے۔ ایک گھنٹہ تو کیا اس پر کسی قدر تفصیل سے بحث کے لئے کئی دن درکار ہونگے۔ اگر آپ اس لفظ کی وسعت اور گہرائی کو سمجھ لیں تو آپ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہونگے کہ رحمٰن کے معانی کا پورا احاطہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ نسلاً بعد نسلٍ اگر انسان رحمٰن کے معانی پر تفصیلی بحث کرتا چلا جائے کہ کیسے اور کس طرح کائنات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے تو یہ بحث کبھی بھی ختم نہ ہوگی۔ ایک سرسری نگاہ والے انسان کے لئے رحمٰن کے معنی ہیں مہربان، فیاض۔ لیکن یہ لفظ دو معانی رکھتا ہے۔ ایک احسان یعنی بغیر کسی استحقاق کے کسی پر رحم کرنا۔ دوسرے اس کے معنی ہیں رحم اور کرم یعنی لطف و عنایت کا حامل مزاج۔ اگر کوئی اپنے مزاج میں دوسرے پر لطف و عنایت کرنے والا خُلق رکھتا ہو تو اسے رحمٰن کہیں گے۔ پس رحمان کے یہ دو بنیادی معنے ہیں جو اپنے انتہائی عروج پر پہنچے ہوئے ہیں۔

پہلے معنی کی رو سے احسان کے معنی ہم یہ کرتے ہیں کہ 'بن مانگے دینے والا'۔ اس لحاظ سے رحمٰن کے معنی اعلیٰ ترین مقام تک پہنچتے ہیں۔ وجہ یہ کہ محسنین دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مانگنے والے پر احسان کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو بغیر کسی کے مانگے ان پر احسان کرتے ہیں۔ اس لئے احسان کے اعلیٰ ترین معنے لفظ رحمٰن میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی وہ جو کسی کے مانگنے کے بغیر احسان کرتا ہے۔ یہ معنے ظاہر کرتے ہیں کہ تخلیق کائنات کو کیوں رحمٰن خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

خلق دو قسم کی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے۔ ویسے بھی دو ہی قسم کی خَلق ہوسکتی ہے۔ 'افعال الٰہیہ' جسے ہم کائنات کہتے ہیں۔ دوسرے کلام الٰہی جسے ہم اَلْکِتَاب کہتے ہیں۔ یعنی مختلف الٰہی کتب جو تاریخ انسانی میں مختلف وقتوں میں الہام کی گئیں۔ پس امکانی طور سے دو قسم کی پیدائش ہے اور دونوں قسم کی پیدائش کا ذکر اَلرَّحْمٰن سے کیا گیا ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ﴾ (سورۃ الرحمن:2-5) وہ رحمٰن خدا ہے جس نے قرآن سکھایا۔ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ اور وہ رحمٰن ہی ہے جس نے انسان کو بھی پیدا کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا تعلق ہے جو رَحْمٰن کو ان دونوں قسم کی خَلق کے ساتھ ہے؟ ایک سرسری نگاہ والے انسان کو یہاں کوئی تعلق نظر نہیں آئے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ یہاں یہ کہنا چاہئے تھا کہ وہ علیم خدا ہے جسے تمام علم ہے جس نے قرآن کریم پیدا کیا۔ وجہ یہ کہ قرآن کریم تو علم کی کتاب ہے۔ لیکن یہاں اَلْعَلِیْم نے قرآن پیدا کیا کی بجائے قرآن کریم کہتا ہے اَلرَّحْمٰن نے قرآن کریم پیدا کیا ہے۔ اگر یہ کتاب انسان نے بنائی ہوتی تو سب سے پہلا خیال جو اس کے دماغ میں آتا کہ کس نے کائنات یا انسان کو پیدا کیا وہ صفت خالقیت تھی۔ یعنی خالق نے یا بدیع نے یعنی جو چیزوں کی ابتداء کرتا ہے یا مصور نے یعنی جو صورت گری کرنے والا ہے۔ بجائے خلقت کو خالق، بدیع یا مصور کی طرف منسوب کرنے کے قرآن کریم کہتا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾۔ وہ رحمٰن ہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ یہ کیوں کہا گیا؟ اگر آپ رحمٰن پر زیادہ عمیق غور کریں تب آپ سمجھ سکیں گے۔

رحمٰن سب سے زیادہ لطف و عنایت والی ہستی کو کہتے ہیں جس سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر ایک جاندار پیدا ہی نہیں ہوا وہ مانگے کا کیسے؟ پیدائش شروع کیسے ہوگی؟ کوئی بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے۔ ہاں جب خلق شروع ہوگئی تب مانگنے کا سوال پیدا ہوسکتا ہے۔ مانگنا بھی دو قسم کا ہے۔ الفاظ میں مانگنا یا صرف شعوری طور پر مانگنا۔ ان کے علاوہ بغیر الفاظ کے یا لاشعوری طور پر مانگنا ہوگا۔ مثلاً اگر آپ ایک سڑک خستہ حالت میں دیکھیں جو صحیح طور پر نہ بنائی گئی تھی یا بننے کے بعد بڑی بڑی گاڑیاں چلنے سے اکھڑ گئی یہ قابل رحم حالت ہے اور جب ہم کہتے ہیں کہ کوئی چیز الفاظ کے بغیر مانگ رہی ہے وہ اس قسم کی خستہ حالت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی غریبانہ اور خستہ حالت میں مانگ نہیں رہا لیکن اس کی حالت مانگ رہی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم سفید پوش کہتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جو منہ سے مانگتے نہیں اس لئے کہ وہ اپنی غربت کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ بعض لوگ اپنی غربت کو چھپاتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ انکی مفلسانہ حالت کہیں بھیک مانگنے کے مترادف نہ ہوجائے۔ انہیں اردو زبان میں سفید پوش کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ بغیر الفاظ کے مانگ رہے ہوتے ہیں۔ بے جان چیزیں بھی مانگ سکتی ہیں اپنی خستہ حالت کے ذریعہ جو دوسروں کو نظر آ رہی ہوتی ہے۔ جیسے ہی پیدائش کی ابتداء ہو مانگنے سے چھٹکارا نہیں۔ وہ کمزور حالت جس میں ابتداء میں کائنات ہوگی وہ بھی اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے خدا سے مانگ رہی ہوگی تا خدا مزید رحمت کا اظہار کرے۔

خَلق اسی صورت میں شروع ہوگی جبکہ خدا تعالیٰ بے حد رحمت کے ساتھ رحمٰن ہو۔ وجہ یہ کہ اس وقت کچھ بھی تو نہیں جو مانگے۔ اس لئے رحمٰن خدا اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ اور اشیاء کی صورت اس وقت جنم لیتی ہے جب خدا تعالیٰ کی صفت رحمٰن جلوہ گر ہو۔ یعنی از حد لطف وعنایت۔ اس لحاظ سے احسان کے معنے اپنے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچیں گے۔

اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے کیوں کہا تھا کہ لفظ اسم کا پورا پورا اطلاق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہوگا اور دوسری کسی ہستی پر مکمل اطلاق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسم میں بلندی کا معنی پایا جاتا ہے۔ جب ایک صفت اور اس کا ہر گوشہ اپنے بلند ترین مقام پر ہوگا اسی وقت اس کا اطلاق خدا تعالیٰ پر ہوسکے گا۔ پس رحمٰن کا ایک معنی یہ ہوگا کہ اس کی رحمت بغیر مانگے جلوہ دکھاتی ہے تب اس صفت سے کائنات جنم لیتی ہے۔

رحمٰن کے ایک معنی ہیں کہ اس کا لطف و کرم ہر شیئ کا احاطہ کئے ہوئے ہو اور اس کے احسان سے کوئی چیز باہر نہ رہے۔ پس خلقت اپنی ابتداء میں جس حالت میں بھی ہو اپنے رب رحمٰن کے ذریعہ ترقی پذیر ہوتی ہے۔ ان معنوں کی رو سے رحمانیت ہر بے جان اور جاندار کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیا شعوری اور لاشعوری زندگی، ایماندار اور انکار کرنے والے، وہ جو خدا کے شکر گزار بندے ہیں اور وہ جو خدا کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس کی قدرت کو للکارنے کا باعث بنتے ہیں، خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی حیرت انگیز صفت ہے جو کسی کو بھی اپنے لطف و کرم سے باہر نہیں رہنے دیتی۔ ہر چیز اس صفت سے حصہ لے رہی ہے۔ اگر آپ دہریوں کو دیکھیں وہ بھی رحمان خدا سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

وہ رحمٰن خدا ہی ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز میں صفات کی ایک دنیا رکھ دی ہے۔ جب میں کہتا ہوں صفات کی ایک دنیا رکھ دی ہے تو میرا مطلب ہے کہ ہر ذرّہ میں بلکہ ذرّہ کے چھوٹے سے چھوٹے جزو میں خدا تعالیٰ نے ایسی صفات رکھی ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہر چیز میں خاصیات کی ایک دنیا ہے اور آپ کبھی بھی کسی چیز کا پورا احاطہ نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ کہ ہر چیز نے اپنی قابلیت رحمٰن خدا سے حاصل کی ہے یعنی بے انتہا کرم۔ پس غیر محدود عنایت اور کرم جو ہر طور سے ہر میدان میں ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس سے کچھ بھی باہر نہیں۔ بے انتہاء بھلائی اس چیز میں بھی ہے جو بہت محدود دکھائی دیتی ہے کیونکہ بے انتہا بھلائی تمام کائناتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بے حد بھلائی اس لئے کہ یہ اچھے اور برے میں تفریق نہیں کرتی۔ دونوں اپنی بھلائی رحمٰن خدا سے حاصل کر رہے ہیں۔ ہم بغیر کسی تامل کے ﴿اَلرَّحْمٰن﴾ کو ہر دوسری صفت کی ماں کہہ سکتے

باقی صفحہ نمبر9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

دعوت الی اللہ ایک احمدی کا بنیادی کام ہے۔ دعوت الی اللہ میں تسلسل، مستقل مزاجی، حکمت اور دعاؤں سے کام لیں۔

دعوت الی اللہ کے لئے عمل صالح بھی بہت ضروری ہے۔

ایک احمدی کی کوئی غلط حرکت ایک اچھے دعوت الی اللہ کرنے والے کے کام پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۸/اکتوبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۸/اخاء ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الرحمٰن۔ گلاسگو، (سکاٹ لینڈ۔ برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ﴾

(سورة النحل آیت نمبر:126)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا رب ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں پر بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

اس آیت سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کس مضمون پر میں کچھ کہنے والا ہوں۔ چند ماہ پہلے بھی اسی مضمون یعنی دعوت الی اللہ پر تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ تو ایک احمدی کا بنیادی کام ہے اور اس کی طرف جتنی بھی توجہ دلائی جائے کم ہے۔ لندن سے چلتے وقت میرے ذہن میں تھا کہ ملک کے اس حصے میں جماعت کی تعداد بہت کم ہے اور اس طرف جماعت کو توجہ دلانی چاہئے۔ اب کچھ اسائلم (assylum) لینے والے لوگ بھی یہاں آ رہے ہیں۔ اور اس وقت کافی آ چکے ہیں۔ یعنی جو پرانی تعداد تھی اس سے گزشتہ چار سالوں میں دگنی سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اگر آپ سب لوگ صحیح طریق پر اس طرف توجہ دیں اور دعوت الی اللہ کریں تو دنیا کمانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی حاصل کرنے والے ہوں گے۔ گو کہ تمام برطانیہ میں بلکہ تمام مغربی ممالک میں ہی یہ کمی ہے کہ جس طرح دعوت الی اللہ ہونی چاہئے اس طرح نہیں ہو رہی۔ جس طرح پیغام پہنچانا چاہئے اس طرح نہیں پہنچایا جا رہا۔ لیکن بہرحال مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ سکاٹ لینڈ والوں کو اس طرف توجہ دلانی چاہئے، یہاں رہنے والے احمدیوں کو اس میدان میں آگے آنے کے بارے میں کچھ کہنا چاہئے۔ پھر مجھے امیر صاحب نے سفر کے دوران ہی بتایا کہ یو۔ کے۔ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرائیڈے دی ٹینتھ (Friday the 10th) کا جو پہلا خطبہ دیا تھا وہ یہاں اس جگہ پر دیا تھا۔ جب آپ یہاں اس (مسجد) کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تھے۔ تو مجھے یہ خیال آیا کہ اُس خطبے کو بھی دیکھنا چاہئے کہ آپ نے یہاں کی جماعت کو اُس وقت، آج سے 19 سال پہلے، کیا نصیحت فرمائی تھی۔

یہ خطبہ 10 مئی 1985ء کا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو اس میں آپ نے تفصیل سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر کیا اور یہ کہ کس طرح مختلف حالات سے گزرتے ہوئے امید اور ناامیدی کی حالت سے گزرتے ہوئے یہ مشن ہاؤس خریدا گیا تھا۔ پھر آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے سورۃ فاتحہ کے حوالے سے بتایا کہ ایک بیج ہے جو ہم نے ڈالا ہے اور اس نے پھلنا ہے اور پھولنا ہے، انشاء اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اس افتتاح سے ہم ایک بنیادی اینٹ رکھ رہے ہیں اور اس اینٹ پر آئندہ چل کر وہ عظیم الشان محل تعمیر ہونے ہیں جن پر دنیا بسیرا کرے گی۔ اور پھر آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج اس جمعہ میں تمام احمدی یہ عہد کریں کہ ہم نے خدا کی مرضی کے مطابق زندہ رہنا ہے اور مرنا ہے اور دین اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پھیلانا ہے اور ہم پھیلائیں گے۔ اور فرمایا کہ یہ دعاؤں کے ذریعے سے ہی انجام پائے گا اور اپنے اوپر جنونی کیفیت طاری کرنے سے ہی انجام پائے گا۔ پھر آپ نے سکاٹ لینڈ کی جماعت کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سب نے اپنے آپ کو اشاعت دین کے لئے وقف کرنا ہے اور اپنے آپ کو اس میں جھونک دینا ہے۔ آج آپ یہ فیصلہ کر کے اٹھیں کہ آپ سکاٹ لینڈ کو خدا اور اس کے دین کے لئے فتح کر کے چھوڑیں گے۔

تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی یہاں آ کر اسی مضمون پر خطبہ دینے کا دیکھ کر اور پھر مجھے بھی چلنے سے پہلے اس مضمون پر خطبہ دینے کا خیال آنے سے، مَیں اس بات پر اور بھی زیادہ مضبوط ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اس ملک کے اس حصے میں دعوت الی اللہ میں تیزی پیدا کریں۔ کوشش کریں گے اور دعا کریں گے اور جنون کی کیفیت پیدا کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ ابھی تک یہاں کی مقامی جماعت میں صرف بارہ احمدی ہیں اور آخری بیعت اسی سال مارچ 2004ء میں ہوئی تھی جس میں ایک خاتون اپنی تین بیٹیوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئی تھیں۔ گویا اس سے پہلے صرف آٹھ مقامی احمدی تھے۔ لیکن میں جو مختلف جگہوں پر گیا ہوں ان لوگوں کی شرافت دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اگر صحیح طور پر پیغام پہنچایا جائے تو یہاں احمدیت کافی پھیل سکتی ہے۔ اب آپ کی تعداد بھی 1985ء کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اگر آپ کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج پیدا نہ فرمائے۔ سچے دل سے کی گئی کوشش کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ آپ لوگوں کو صرف حکمت کے ساتھ چلنے کے طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت الی اللہ کرو۔ نئے راستے نکالو تو تمہیں کامیابیاں ملیں گی۔ اب یہاں عموماً لوگ سادہ ہیں اور سب سے اچھی بات ہے کہ نسبتاً باقی ملک سے زیادہ مذہب سے دلچسپی رکھنے والے ہیں۔ جب یہ لوگ آپ کو ایک مذہب کے ماننے والے کی حیثیت سے جانیں گے تو پھر یقیناً بعض سوال بھی ان کے دلوں میں پیدا ہوں گے۔ آج کل مُلّاں نے اور جنونیوں نے جو اسلام کے نام پر اسلام کی بھیانک تصویر دنیا میں قائم کر دی ہے، یا اپنی حرکتوں سے قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا اسلام اور اس کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ تو جب آپ ذاتی رابطوں سے آہستہ آہستہ اس بھیانک تصویر کو ان لوگوں کے ذہنوں سے زائل کریں گے تو یہ آپ کے قریب ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ کو دوسروں سے مختلف سمجھیں گے۔ اور یہ رابطے کرنے کے لئے جو بہت سے اسائلم لینے والے یہاں آئے ہوئے ہیں انہیں کام وغیرہ کرنے کی بجائے، خاص وقت سے زیادہ تو کام کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر یہاں بھی وہی قانون ہے تو، وہ یہاں بوڑھوں سے بھی رابطے کریں، ان کے لئے تحفے لے کر جائیں، ان کے پاس بیٹھیں، ان سے ہمدردی کریں۔ یہ بھی مغرب کا

بڑا محروم طبقہ ہے۔ ان کے اپنے عزیز رشتے دار، بچے ان کو بوڑھوں کے گھروں میں چھوڑ جاتے ہیں Old people House جسے یہ کہتے ہیں۔ بعضوں کو تو سنا ہے بعض ملکوں میں کئی کئی ہفتے کوئی عزیز رشتے دار نہیں پوچھتا۔ ان بوڑھوں سے جب آپ تعلقات پیدا کریں گے تو ان کی ہمدردی کے ساتھ ساتھ بہت سارے لوگ ہیں جن کو زبان بھی صحیح طریق سے نہیں آتی، آپ اپنی زبان بھی بہتر کر رہے ہوں گے۔ غیر محسوس طریقے پر آپ ان کے پاس بیٹھ کے زبان بھی سیکھ جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے اس جذبہ ہمدردی اور خدمت خلق سے ان کے بعض عزیز بھی آپ کے قریب آ جائیں۔ تو یہ رابطے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح اور بھی بہت سارے مختلف راستے ہیں۔ کوشش ہو تو آدمی تلاش کرسکتا ہے جو آپ کو حالات کے مطابق نکالنے ہوں گے۔ ہمسایوں سے حسن سلوک ہے، ان کی مدد ہے، ان کے تہواروں پر عیدوں وغیرہ پر (کچھ لوگ تو یہ کرتے بھی ہیں لیکن سارے نہیں کرتے) ان کے لئے تحفے وغیرہ لے کر جائیں ان کو بلائیں، دعوت دیں۔

ہماری عموماً یہ عادت ہے کہ ایک مہم کی صورت میں، مہینے میں ایک دفعہ یا دو مہینے میں ایک دفعہ ایک تبلیغ ڈے منا لیتے ہیں۔ یا سال میں ایک دو دفعہ ہفتہ منا کر اس میں کچھ حد تک لٹریچر تقسیم کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا۔ یہ طریق میرے نزدیک ایک حد تک تو ٹھیک ہے لیکن صرف اس پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو جب بھی کوئی معلومات یا تعارف آپ پمفلٹ کی صورت میں دیتے ہیں تو پھر اس کی مدد سے آگے رابطے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ تو پیسہ خرچ کرنے والی بات ہے۔ پھر ایک تسلسل سے یہ چھوٹے پمفلٹ، ان لوگوں تک جن کو دلچسپی ہے ان تک پہنچنے چاہئیں۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ آجکل مُلّاں نے اسلام کا جو تصور قائم کیا ہوا ہے، اس کے ردّ کے لئے، صحیح تعلیم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں یہ پمفلٹ پہنچنے چاہئیں، یہ پیغام پہنچنا چاہئے۔ ایک ورقہ یا دو ورقہ ان لوگوں تک پہنچے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ وغیرہ ہو۔ اور جیسا کہ میں نے کہا، تسلسل سے یہ پیغام پہنچتے رہنا چاہئے۔ حالات کے مطابق، حکمت سے، پمفلٹ تقسیم کئے جائیں جو عموماً دیئے بھی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے کہا بعض جگہوں پر کوشش ہوتی ہے لیکن وہی بات ہے کہ تسلسل قائم نہیں رہتا، رابطے قائم نہیں رہتے اور آپ کی اچھی نصیحت کا حکمت کے ساتھ پھینکا ہوا ایک قطرہ لوگوں پر گرتا ہے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا تسلسل نہ ہونے کی وجہ سے وہیں وہ قطرہ خشک بھی ہو جاتا ہے۔ اور تسلسل سے گرتے رہنے کی وجہ سے پانی کا جو بہاؤ ہوتا ہے وہ بہاؤ نہیں رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کی شاذ ہی نوبت آتی ہے کہ ایسی دلیل کے ساتھ بحث کرو جو بہترین ہو۔

اس لئے قرآن کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کریں۔ حکمت سے کریں، ایک تسلسل سے کریں، مستقل مزاجی سے کریں، اور ٹھنڈے مزاج کے ساتھ، مستقل مزاجی کے ساتھ کرتے چلے جائیں۔ دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھیں اور دلیل کے لئے ہمیشہ قرآن کریم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے حوالے نکالیں۔ پھر ہر علم، عقل اور طبقے کے آدمی کے لئے اس کے مطابق بات کریں۔ خدا کے نام پر جب آپ نیک نیتی سے بات کر رہے ہوں گے تو اگلے کے بھی جذبات اَور ہوتے ہیں۔ نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کی گئی بات اثر کرتی ہے۔ ایک تکلیف سے ایک درد سے جب بات کی جاتی ہے تو وہ اثر کرتی ہے۔ تمام انبیاء بھی اسی اصول کے تحت اپنے پیغام پہنچاتے رہے۔ اور ہر ایک نے اپنی قوم کو یہی کہا ہے کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، نیک باتوں کی طرف بلاتا ہوں اور اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ یہی ہمیں قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے۔

اس آیت کے آخر پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم انتہائی محنت، انتہائی ہمت اور تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے یہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ نیک فطرتوں کو تمہارے ساتھ ملاتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ کیونکہ اس کے علم میں ہے کہ کس نے ہدایت کا راستہ اختیار کرنا ہے اور کون ہے جو چکنا گھڑا ہے جو بھی پانی پھینکو گے وہ نیچے بہہ جائے گا۔ جو بدفطرت ہے اس پر کوئی اثر نہیں ہونا۔ جو آجکل کے مُلّاں کی طرح ہیں کہ علم ہوتے ہوئے بھی 'میں نہ مانوں' کی رٹ لگائے رکھیں گے۔ لیکن تمہارا کام یہ ہے کہ اتمام حجت کرو، اپنا پورا زور لگاؤ پھر معاملہ خدا پر چھوڑ و تمہارا کام یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کرتے رہو۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ پہ چھوڑنا ہے تو حکمت اور دانائی سے کرتے رہو اور ان تمام شرائط کے ساتھ کرتے رہو جو اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر بیان فرمائی ہیں جن کا میں نے مختصر ذکر بھی کیا ہے۔ تو فرمایا کہ تبھی تم کہہ سکتے ہو کہ ﴿اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ یعنی میں کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ ورنہ یہ فرمانبرداری کے دعوے کیسے ہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے دعوے کیسے ہیں۔ بہرحال اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ جو ہو چکا وہ ہو گیا، جو گزر گیا وہ گزر گیا لیکن آئندہ کے لئے ہمیں نئے عہد کرنے ہوں گے اور جیسا کہ میں نے کہا حکمت اور دانائی کی باتیں سیکھنے کے لئے قرآن پڑھنے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے جو قرآن وحدیث کی تشریح اور مزید وضاحتیں ہیں، ان کی طرف توجہ دینی ہوگی اس کے بارے میں میں تفصیلی خطبات پہلے بھی دے چکا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو۔ ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے۔ پس ﴿جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرز کلام ہی کا نام خدا تعالیٰ نے حکمت رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ﴾(البقرۃ:270)“ (الحکم جلد 7 نمبر 9۔ مورخہ 10/مارچ 1903ء صفحہ 8)

تو یہ حکمت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہم سب کو اختیار کرنی ہوگی۔ اپنے دوستوں کا حلقہ وسیع کرنا ہوگا۔ پھر ایک تعارف سے دوسرے تعارف نکلتے چلے جائیں گے۔ اور جب لوگ آپ کو ایک امن پسند اور ٹھنڈے مزاج کا آدمی سمجھتے ہوئے تعارف حاصل کریں تو یقیناً یہ تعارف مزید مضبوط رابطوں میں تبدیل ہوں گے اور پھل لانے والے ثابت ہوں گے۔

لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ حکمت اور بزدلی میں فرق ہے۔ حکمت دکھانی ہے اپنے دین کی غیرت رکھتے ہوئے۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”آیت ﴿جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ کا یہ منشاء نہیں ہے کہ ہم اس قدر نرمی کریں کہ مداہنت کر کے خلاف واقعہ بات کی تصدیق کر لیں“۔ (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 305 حاشیہ)

یعنی حکمت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بزدلی دکھائی جائے، یہ نہیں ہے کہ اپنے قریب لانے کے لئے جو ہماری تعلیم نہیں ہے اس میں بھی ہاں میں ہاں ملائی جائے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تو اس وقت چپ ہو جائیں کہ اس کو حکمت سے قریب لانا ہے۔ یہ تو پھر شرک کے مددگار بننے والی بات ہو جائے گی۔ اور بہت سارے طریقے اور جواب ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آ جاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں“۔ جو اس طرح سخت کلامی کرتا ہے اس کے منہ سے پھر اچھی باتیں نہیں نکلتیں۔ ”غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بڑھتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 104 جدید ایڈیشن)

اب ہمارے خلاف یہی غصہ اسی لئے جنون کی حد اختیار کر گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ دلوں کی کچھ خواہشیں اور میلان ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ کسی وقت بات سننے کے لئے تیار رہتے ہیں اور کسی وقت اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان میلانات کے تحت داخل ہوا کرو اور اسی وقت اپنی بات کہا کرو جبکہ وہ سننے کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے کہ دل کا حال یہ ہے کہ جب اس کو کسی بات پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے، (یعنی بات قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے)۔ (کتاب الخراج۔ ابویوسف)

تو یہ ہے حکمت کہ جب بعض حالات ایسے ہوتے ہیں، بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ اس وقت بات کرنی چاہئے جب دل بات سننے کی طرف مائل ہو۔ اس کے لئے بہترین طریق یہی ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ اپنے رابطے بڑھائیں۔ مستقل مزاجی ہو، ایک تسلسل ہو تو جب ہی پتہ لگے گا کہ کس وقت کسی کے دل کی کیا کیفیت ہے۔ پھر ایم ٹی اے پہ لایا جا سکتا ہے، مختلف پروگرام دکھائے جائیں، مختلف وقتوں میں آتے

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔
مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ سے رابطہ کریں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613
e-mail: nayaab@web.de
Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

ہیں کسی وقت کسی کو کوئی پروگرام پسند آسکتا ہے اور یہ نہیں ہے کہ یہاں کے لوگوں کو ہمارے پروگراموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ سکنتھورپ (Scunthorp) میں گیا ہوں تو وہاں ڈاکٹر مظفر صاحب ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کا ایک انگریز وہاں واقف ہے جو تقریباً باقاعدہ جمعے کے خطبہ سنتا ہے، اور شام کو دوبارہ ریکارڈنگ آتی ہے تو گھر والوں کو یا اس کی جب بیوی پوچھے تو کہتا ہے کہ میں فرائیڈے سرمن (Friday Sermon) سن رہا ہوں۔ وہ عیسائی ہے اور باتوں کا اثر لیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے اس نے بعض خطبات کے مضمون بیان کئے کہ یہ بڑی اچھی وقت کی ضرورت ہے۔ جو خطبات بھی آتے ہیں وہ صرف جماعت کے لئے وقت کی ضرورت نہیں بلکہ لوگوں کے لئے وہ فائدہ مند ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا مزید سینہ کھولے اور اس کو احمدیت قبول کرنے کی بھی توفیق ملے۔ تو بہرحال ایم ٹی اے بھی آجکل تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو آج سے 18-19 سال پہلے آپ کے پاس نہیں تھا۔ یہ اسی وقت سنا جائے گا جب آپ لوگوں کے قریبی رابطے ہوں گے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’چاہئے کہ جب کلام کرے تو سوچ کر اور مختصر کام کی بات کرے۔ بہت بحثیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ پس چھوٹا سا چٹکلہ کسی وقت چھوڑ دیا جو سیدھا کان کے اندر چلا جائے۔ پھر کبھی اتفاق ہو تو پھر سہی‘‘۔

اب اس انگریز کی جو میں بات کر رہا تھا اس نے جو خطبہ سنا اور جس کی وہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بہت تعریف کر رہا تھا وہ لین دین کے معاملات میں جو باتیں کی تھیں ان پر تھا۔ اسی سے وہ بڑا متاثر تھا کہ یہ آجکل کے وقت کی بہت ضرورت ہے۔ تو فرمایا کہ ایسا چٹکلہ چھوڑ دیا جو سیدھا کان کے اندر چلا جائے۔ پھر کبھی اتفاق ہو تو پھر سہی۔ ’’غرض آہستہ آہستہ پیغام حق پہنچاتا رہے اور تھکے نہیں کیونکہ آج کل خدا کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق کو لوگ دیوانگی سمجھتے ہیں۔ اگر صحابہ اس زمانہ میں ہوتے تو لوگ انہیں سودائی کہتے اور وہ انہیں کافر کہتے۔ دن رات بیہودہ باتوں اور طرح طرح کی غفلتوں اور دنیاوی فکروں سے دل سخت ہوجاتا ہے۔ بات کا اثر دیر سے ہوتا ہے‘‘۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی مثال دے رہے ہیں کہ: ’’ایک شخص علی گڑھی غالباً تحصیلدار تھا‘‘۔ آپ لوگ تو سارے جانتے ہیں کہ تحصیلدار کیا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایک تحصیلدار تھا۔ ’’میں نے اس کو کچھ نصیحت کی۔ وہ مجھ سے ٹھٹھا کرنے لگا‘‘ مذاق کرنے لگا۔ ’’میں نے دل میں کہا میں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنے کا۔ آخر باتیں کرتے کرتے اس پر وہ وقت آ گیا کہ وہ یا تو مجھ پر تمسخر کر رہا تھا یا چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ بعض اوقات سعید آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شقی ہے‘‘۔ یعنی بعضوں کی اچھی فطرت بھی ہوتی ہے لیکن لگتا اس طرح ہی ہے جس طرح یہ لوگ سخت دل کے ہیں۔ ’’یاد رکھو ہر قفل کے لئے ایک کلید ہے۔ بات کے لئے بھی ایک چابی ہے۔ وہ مناسب طرز ہے۔ جس طرح دواؤں کی نسبت میں نے ابھی کہا ہے کہ کوئی کسی کے لئے مفید اور کوئی کسی کے لئے مفید ہے‘‘۔ یہ پیرا میں نے لیا ہے اس سے پہلے دواؤں کا بیان چل رہا ہوگا فرماتے ہیں: ’’ایسے ہی ہر ایک بات ایک خاص پیرائے میں خاص شخص کے لئے مفید ہوسکتی ہے۔ یہ نہیں کہ سب سے یکساں بات کی جائے۔ بیان کرنے والے کو چاہئے کہ کسی کے برا کہنے کو برا نہ منائے بلکہ اپنا کام کئے جائے اور تھکے نہیں۔ امراء کا مزاج بہت نازک ہوتا ہے اور وہ دنیا سے غافل بھی ہوتے ہیں۔ بہت باتیں سن بھی نہیں سکتے۔ انہیں کسی موقع پر کسی پیرائے میں نہایت نرمی سے نصیحت کرنا چاہئے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 144 جدید ایڈیشن)

پھر آپ نے فرمایا کہ: ’’دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ عوام، متوسط درجے کے امراء‘‘۔ فرمایا کہ: ’’عوام عموماً کم فہم ہوتے ہیں‘‘۔ تھوڑی عقل والے ہوتے ہیں۔ ’’ان کی سمجھ موٹی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو سمجھانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے‘‘۔ جو بالکل ان پڑھ ہو یہاں تو اللہ کے فضل سے آپ کو ایسے لوگ نہیں ملتے۔ لیکن ہمارے ملکوں میں ایسے ہوتے ہیں۔ ’’امراء کے لئے سمجھانا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نازک مزاج ہوتے ہیں اور جلد گھبرا جاتے ہیں اور ان کا تکبر اور تعلّی اور بھی سدّ راہ ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ گفتگو کرنے والے کو چاہئے کہ وہ ان کی طرز کے موافق ان سے کلام کرے۔ یعنی مختصر مگر پورے مطلب کو ادا کرنے والی تقریر ہو‘‘۔ فرمایا کہ عوام کو تبلیغ کرنے کے لئے تقریر بہت ہی صاف اور عام فہم ہونی چاہئے اور اوسط درجہ کے لوگ فرمایا کہ ’’زیادہ تر یہ گروہ اس قابل ہوتا ہے کہ ان کو تبلیغ کی جاوے۔ وہ بات کو سمجھ سکتے ہیں اور ان کے مزاج میں وہ تعلّی اور تکبر اور نزاکت بھی نہیں ہوتی جو امراء کے مزاج میں ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو سمجھانا بہت مشکل نہیں ہوتا‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 161-162 جدید ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب کو لندن بھجوایا تو اسی اصول کے تحت یہ بھی نصیحت فرمائی کہ گاؤں کے لوگ حق کو مضبوطی سے قبول کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لندن سے دور کسی چھوٹے سے گاؤں میں جا کر رہیں۔ یعنی کچھ وقت گزاریں، دعائیں کریں اور دعوت کریں اور پھر دیکھیں کہ دعوت الی اللہ کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی نصیحت کر دی کہ یاد رکھیں کہ یہ لوگ سختی بھی کریں گے لیکن سمجھیں گے بھی۔ اس لئے سختی سے گھبرانا نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’جس قدر زور سے باطل حق کی مخالفت کرتا ہے اسی قدر حق کی قوت اور طاقت تیز ہوتی ہے‘‘۔ یعنی جھوٹ سچ کی جتنا مخالفت کرتا ہے اتنی ہی سچ کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ ’’زمینداروں میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ جتنا جیٹھ ہاڑ تپتا ہے اسی قدر ساون میں بارش زیادہ ہوتی ہے‘‘۔ یعنی جتنی زیادہ گرمی ہو اتنا بارش زیادہ آجاتی ہے، بارشوں کے موسم میں۔ ’’یہ ایک قدرتی نظارہ ہے۔ حق کی جس قدر زور سے مخالفت ہو اسی قدر وہ چمکتا اور اپنی شوکت دکھاتا ہے۔ ہم نے خود آزما کر دیکھا ہے۔ جہاں جہاں ہماری نسبت زیادہ شور و غل ہوا ہے وہاں ایک جماعت تیار ہوگئی اور جہاں لوگ اس بات کو سن کر خاموش ہوجاتے ہیں وہاں زیادہ ترقی نہیں ہوتی‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 310-311)

آپ بھی، جو لوگ باہر نکل سکتے ہیں باہر نکلیں، دعائیں کرتے ہوئے یہاں کی جو چھوٹی جگہیں ہیں ان میں رابطے بڑھائیں۔ اور ان لوگوں میں نسبتاً سادگی زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں بھی چھوٹے قصبوں میں سادگی زیادہ ہے۔ تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ایک موقع ایسا آئے گا کہ باہر سے ہمارا پیغام اندر بڑے شہروں میں آنا شروع ہوگا پہنچنا شروع ہوگا۔ کیونکہ مقامی لوگ ہی اس کو پھیلائیں گے اور یہ میں نے مختلف ملکوں میں بھی دیکھا ہے کہ جہاں بھی احمدی چھوٹی جگہوں پر ایکٹو (active) ہیں۔ ان کے رابطے بڑی جگہوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ اور وہاں مقامی لحاظ سے جو بڑے لوگ ہیں، رابطوں میں ان کو بھی وہ لے آتے ہیں، عوام کو بھی لے آتے ہیں، اوسط درجے کے لوگوں کو بھی لے آتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہماری کوشش اور رابطوں میں اور دعاؤں میں بہت کمی ہے۔ یہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ دعاؤں کی طرف بھی بہت توجہ دینی ہوگی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت قاضی عبداللہ صاحب کو ایک یہ نصیحت بھی فرمائی تھی کہ دعاؤں پر بہت زور دینا ہے۔ اور صرف اپنی کوشش پہ کبھی انحصار نہیں کرنا۔ اور پھر ایک یہ نصیحت فرمائی تھی کہ قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غور سے مطالعہ کریں تو اس سے بھی انشاء اللہ علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ اپنی سوچ اونچی رکھیں۔ دل میں یہ رکھیں کہ آپ نے یورپ کو فتح کرنا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے تو ماننا نہیں۔ ان میں سے بھی سعید فطرت لوگ پیدا ہوسکتے ہیں اور انشاء اللہ ہوں گے اور ہو رہے ہیں۔ میں پھر یہی کہتا ہوں کہ سوچ اونچی رکھیں جس طرح حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔ اور مستقل مزاجی سے کام کرتے رہیں اور صرف دنیا کمانے کی طرف ہی توجہ نہ دیں بلکہ احمدیت کا پیغام پہنچانے کی طرف بھی توجہ دیں۔ جب آپ احمدیت کے نام پر یہاں اسائلم لیتے ہیں تو احمدیت کی خدمت کا بھی حق ادا کریں اور پیغام پہنچائیں نہ کہ یہاں کی رنگینیوں میں گم ہو جائیں۔ تو اگر اس طرح اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اور کوشش سے پیغام پہنچائیں گے تو خدا تعالیٰ انشاء اللہ برکت ڈالے گا۔ اللہ کرے کہ آپ سنجیدگی سے اس بارے میں کوشش کریں۔

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ دعوت الی اللہ کرو وہاں یہ بھی شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا نیک اعمال بجالانے والا ہو۔ اور وہی داعی الی اللہ فرمانبرداروں میں سے ہے جو نیک عمل بھی کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ دوسروں کو تبلیغ ہو اور خود نمازوں کی بھی کوئی پابندی نہ ہو، لوگوں کے حق ادا کرنے والے نہ ہوں، عزیزوں رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنے والے نہ ہوں۔ کیونکہ برکت بھی اسی داعی الی اللہ کے کام میں پڑے گی جس کے اپنے عمل بھی ایسے ہوں گے کہ جو دینی تعلیم سے مطابقت رکھتے ہوں گے۔ یہاں کے لوگ بڑے ہوشیار ہیں۔ آپ کی ذراسی کوئی غلطی کو پکڑ کر وہ آپ کو بتائیں گے۔ اور یہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ اس لئے قانون کی پابندی کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ عبادت کے اعلیٰ معیار قائم کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ یہی اسلام کی تعلیم ہے کہ تبلیغ اس بات کی کرو یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ بات کہو جس پر سو فیصد خود بھی عمل کر رہے ہو۔ برکت تبھی پڑے گی ورنہ تو تم خود بھی ہو سکتا ہے کہ کہہ کچھ رہے ہو اور کر کچھ رہے ہو اور تمہارا گناہ گاروں میں بھی شمار ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (الصّف: 3-4) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو کہ جو تم کرتے نہیں۔

تو داعی الی اللہ کے لئے اپنے پاک نمونے بھی قائم کرنا بہت ضروری ہے اور یہ ہر ایک کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ چاہے کوئی دعوت الی اللہ کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ ہر احمدی کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کیونکہ وہ جب احمدیت کی طرف منسوب ہوتا ہے تو لوگوں کی اس پر نظر رہتی ہے۔ اس کا کوئی بھی غلط کام، غلط حرکت، احمدیت کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ایک احمدی کی کوئی بھی غلط حرکت ایک اچھے دعوت الی اللہ کرنے والے کے کام پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے اگر خود دعوت الی اللہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے اعمال اتنے درست ہوں کہ دوسرے داعیان الی اللہ کی مدد ہو سکے۔ کبھی کوئی انگلی آپ پہ یہ کہتے ہوئے نہ اٹھے کہ پہلے اپنوں کو تو سنبھالو، پہلے اپنے لوگوں کی حالت تو درست کرو۔ اس لئے ہر احمدی اپنی اصلاح کی طرف ہمیشہ کوشش کرے، توجہ دیتا رہے۔ اپنے آپ کو اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسوب رکھنا ہے تو اپنی اصلاح بھی ہمیں کرنی ہو گی تا کہ کوئی بھی شخص جماعت کا، اسلام کا پیغام پہنچانے میں روک نہ بنے۔

بہر حال دعوت الی اللہ کے لئے عمل صالح بھی بہت ضروری ہے اور جب اپنے عمل نیک ہوں گے تو آپ دوسروں کو کہنے میں بھی حق بجانب ہوں گے۔ ورنہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہتے کچھ ہو اور کرتے کچھ ہو۔ اس طرح تو تم گناہ گار بن رہے ہو۔ ثواب لینا تو علیحدہ رہا، گناہ میں حصہ لے رہے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ‘‘۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 615 جدید ایڈیشن)

آپ نے یہاں دو باتیں بیان فرمائیں اور اسی قرآنی حکم کے تحت بیان فرمائیں۔ کہ پہلے اپنے نمونے درست کرو، اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کو، پھر دعوت الی اللہ کرو تبلیغ کرو، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا۔ انشاء اللہ

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینے کی کیا حالت ہو گئی تھی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے۔ پس اس تبدیلی کو مدنظر رکھو اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی۔ اور اسی نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنے والی نسلوں کو تباہ کرو گے‘‘۔

پھر دعوت الی اللہ تو ہے ہی جو ہمارا کام ہے اگر اپنے نمونے نیک نہیں ہوں گے تو اپنی نسلوں کو بگاڑنے والے ہوں گے۔ کیونکہ وہ بھی آپ کا نمونہ دیکھ رہی ہوں گی۔ ’’انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے۔ وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو، یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو، ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو ان کی نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے۔ وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اس کا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے والے اور خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 518 جدید ایڈیشن)

خدا کرے کہ ہم دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دینے والے بھی ہوں اور عمل صالح کرنے والے بھی ہوں۔ تبھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں احمدیت میں شمولیت کی صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے کی وجہ سے جو انعام دیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور شکر گزار بندے بنتے ہیں اور شکر گزار ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب یہ شکر گزاری قائم رہے گی اور عمل بھی قائم رہیں گے ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے تو تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے کامل فرمانبرداروں میں شمار ہوں گے۔

پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ گزشتہ کوتاہیوں پر خدا تعالیٰ سے معافی مانگیں اور مغفرت طلب کریں اور آئندہ ایک جوش اور ایک ولولے اور جذبے کے ساتھ احمدیت کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے آگے بڑھیں۔ ابھی دنیا کے بلکہ اس صوبہ کے، سکاٹ لینڈ کے بہت سے حصے ایسے ہیں جہاں احمدیت کا پیغام نہیں پہنچا، کسی کو احمدیت کے بارے میں پتہ ہی نہیں ہے۔ پس بہت زیادہ کوششوں کی ضرورت ہے، دعاؤں کی بھی ضرورت ہے تبھی ہم اس دعوے میں سچے ہو سکتے ہیں کہ ہم تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لے کر آئیں گے انشاء اللہ۔ اور اسی لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے اور آپ کی بیعت میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ والسلام نے جو نسخہ ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک کی بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی سے متعلق ہو، خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ303)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

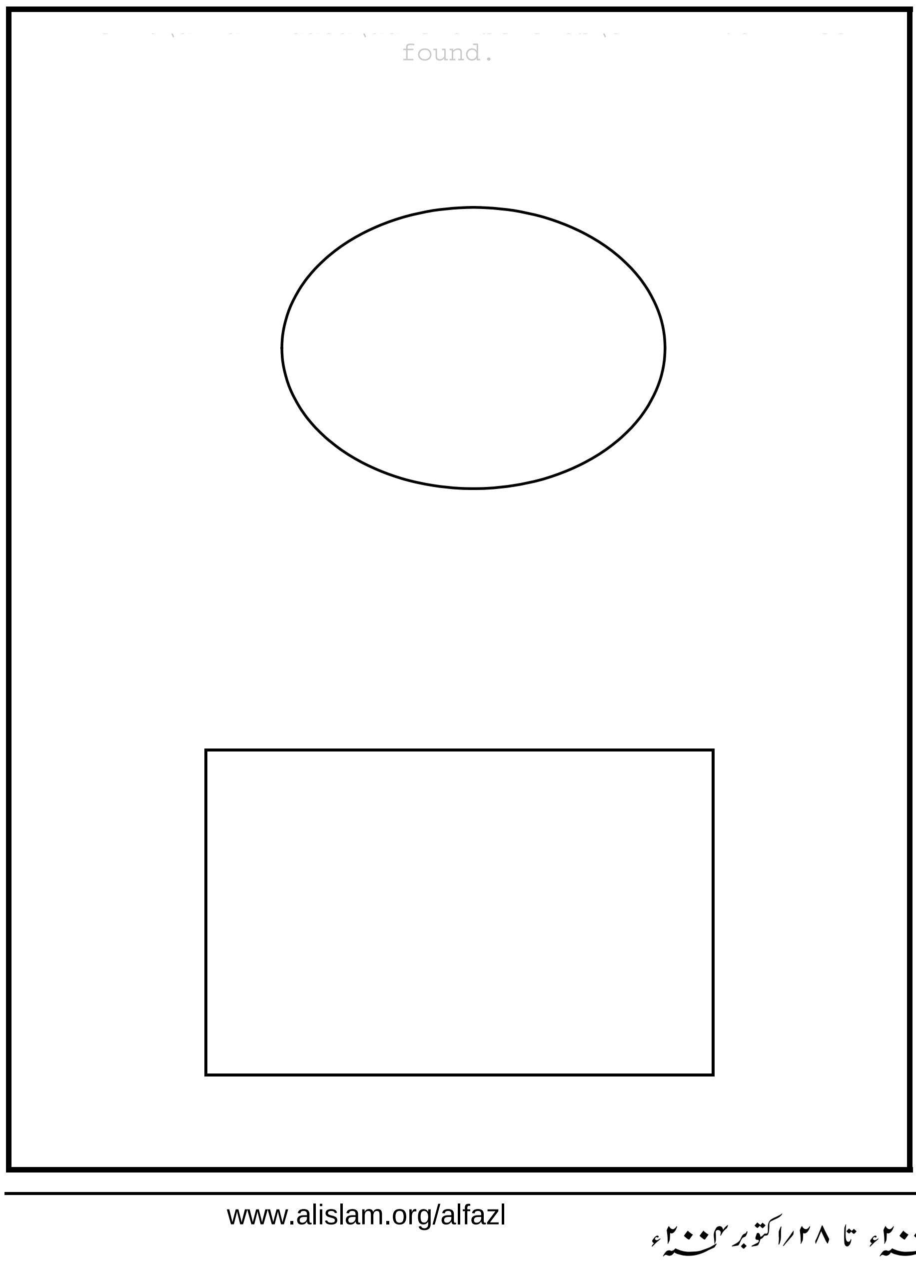

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

بقیہ: درس سورۃ الفاتحہ از صفحہ نمبر ۴

ہیں۔لیکن یہ ایک وسیع لفظ ہے اور اگر میں مزید تفصیل بیان کروں تو آپ کے سامنے نت نئی راہیں کھلتی چلی جائیں گی اور تصورات کے نئے مناظر ابھریں گے۔ہر منظر میں اگر آپ اپنی پوری زندگی گزار دیں تب بھی آپ اس کا احاطہ نہ کرسکیں گے۔

مثال کے طور پر پیدائش سے پہلے ہر چیز کی آخری شکل تک کی تمام ضروریات کو پورا کیا گیا ہے ایسے کامل طور پر اور ایسی تفصیل کے ساتھ کہ اگر آپ کائنات کی پیدائش کا مطالعہ کریں اور پیدائش کے آغاز کے لمحہ تک پہنچیں تو آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ پیدائش کے اس ابتدائی لمحہ میں کائنات کا ایک مکمل Blue Print (مکمل خاکہ) بنا دیا گیا ہے یہاں تک کہ انسان کے انتہائی نقطۂ عروج تک کی تمام ضروریات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔یہ ایک سائنسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ کوئی چیز عدم سے پیدا نہیں ہوسکتی۔کچھ پہلے ہونا چاہئے جس سے اس چیز کو شکل دی جاسکے۔جو لوگ خدا کو نہیں مانتے جیسے ہی وہ کائنات کا تصور باندھیں گے وہ اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ جو کچھ انسان کو بنانے کے لئے ضروری تھا اس کی پیدائش بھی آغاز ہی میں ہوگئی تھی۔اس کا مکمل نقشہ بھی موجود تھا۔مثلاً انسانی دماغ کس طرح تیار ہوگا اور وہ تمام خصوصیات جو دماغ کی پیدائش کے لئے ضروری ہیں اور یہ کہ کس طرح اس کی ترتیب اور تنظیم مکمل ہوگی یہ سب اسی وقت سے موجود تھیں جب کہ تخلیق کی ابتداء ہو رہی تھی۔

پس ﴿اَلرَّحْمٰن﴾ نے پیدائش کے اس ابتدائی لمحہ میں ہر ضرورت مہیا کر دی تھی۔اگر آپ سائنس اور اس کی مختلف شاخوں کا مطالعہ کریں اور اس کے تحت پیدائش پر اور اس کے مختلف ادوار پر غور کریں (یعنی شروع سے لے کر نصف دور تک، مجھے معلوم نہیں کہ ہم نصف دور تک پہنچے ہیں یا نہیں۔بہر کیف موجودہ دور تک غور کریں) اور دیکھیں کہ آکسیجن (Oxygen) نے کیا کردار ادا کیا اور اوزون گیس (Ozone Gas) نے کیا کردار ادا کیا، Nickel یعنی دھات نے کیا کردار ادا کیا، یا کیڈمیم (Cadmium) نے کیا کردار ادا کیا، یا سونا چاندی نے کیا کردار ادا کیا اور ان کے ایک دوسرے پر اثر کا کیا نتیجہ نکلا۔غرض یہ ایک وسیع میدان ہے جس کا تصور کرنا ہی آپ کے لئے غیر ممکن ہے۔لیکن ایک قدر مشترک کے طور پر ہر چیز میں اور زندگی کے ہر لمحہ پر آپ کو رحمانیت کام کرتی ہوئی نظر آئے گی۔احسان اور جود و کرم کی قدر آپ کو زبردست طور پر ہر چیز اور ہر سائنسی اصول میں دکھائی دے گی جس کے بغیر کسی قسم کی ترقی ممکن نہ تھی۔صرف پیدائش کے مطالعہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جائے گی کہ رحمانیت ایک قوی قدر تھی جو کام کر رہی تھی۔آپ اس سے انکار نہیں کرسکیں گے۔اگر کوئی انکار کرے تو وہ عام تجربہ، عقل اور سائنس کا انکار کرے گا کیونکہ رحمانیت اگر قوی قدر نہ تھی تو ایک صفت کا دوسری صفت پر اثر ترقی کی طرف نہ لے جاتا۔

جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہر میدان میں نشوونما اور ارتقاء رحمانیت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ جود و کرم کی ذاتی صفت ہر چیز میں ملے گی۔لیکن جب ہم باہمی کشمکش پر غور کریں گے تو ایک اور صفت کی ضرورت محسوس ہوگی یعنی رحیمیت کی۔آگے قدم رکھنے سے پہلے انسان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سمجھے کہ رحیمیت ہے کیا۔

رحمانیت اور رحیمیت کا ایک فرق ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے یعنی بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا۔بن مانگے دینے والی ذات رحم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔کرم کے مفہوم میں رحم میں شامل ہے اور اسی طرح رحم کے مفہوم میں کرم شامل ہے۔کوئی ذات رحم کرنے والی نہیں ہوسکتی جب تک وہ کرم کرنے والی نہ ہو۔ہاں دونوں میں کچھ فرق ضرور ہے۔جو رحم، رحْمٰن میں میں ہے اس سے کچھ مختلف رحم، رَحِیْم میں ہونا چاہئے جو رحمٰن اور رحیم کو ایک امتیازی شان بخشے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موضوع پر بحث کی ہے اور بہت جامع رنگ میں اس فرق کو واضح کیا ہے۔آپ کی بیان فرمودہ رحمٰن اور رحیم کی تفسیر مختلف کتابوں میں ملتی ہے۔بنیادی فرق ان دو الفاظ کے وزن میں ہے۔وزن عربی گرائمر کی اصطلاح ہے۔اگر آپ عربی زبان کا اس کی گرائمر کے تحت مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عربی میں بعض تین حرفی الفاظ ہیں جو ثلاثی کہلاتے ہیں اور بعض دوسرے الفاظ ثلاثی مزید فیہ ہیں جن میں ایک دو حروف زائد کئے جاتے ہیں۔ان زائد حروف کو شامل کرنے سے تین حرفی الفاظ میں نئے معانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ثلاثی الفاظ مختلف اوزان پر ہوتے ہیں۔جب آپ ثلاثی لفظ کو کسی وزن پر رکھتے ہیں تو وہ لفظ اس وزن کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اس میں مزید وسعت بعض اور حروف شامل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔یہ مزید حروف اسے نئے معانی اور نئی شکل دیتے ہیں۔مثلاً اگر آپ کہیں غَفَرَ جس کے معنے ہیں معاف کرنا۔اس میں غ۔ف۔ر تین حرف ہیں لیکن جب آپ کہتے ہیں اِسْتَغْفَرَ۔اس کے معنے ہیں اس نے معافی مانگی۔اِسْتِفْعَال عربی زبان میں وزن کہلاتا ہے۔جب آپ غَفَرَ کو اِسْتِفْعَال کے وزن پر رکھیں گے تو غَفَرَ کی نئی شکل اِسْتِغْفَار بنے گی۔ثلاثی الفاظ کو مختلف اوزان کی شکل میں بدلا جاتا ہے جس سے وہ مختلف معانی اپنا لیتا ہے۔

رحمٰن، رحم سے بنایا گیا ہے یعنی ر، ح، م، مادہ سے۔اور رحمٰن ایک وزن ہے جس کے معنے ہیں فضیلت، سربلندی۔یعنی سب سے عظیم خوبی جو سوچی جا سکتی ہے۔عربی زبان میں اسے مبالغہ کہتے ہیں۔پس الرحمن کے معنے ہوئے ایسی ہستی جس میں رحم اس کی انتہائی خوبی کے درجہ پر ہو۔اس کے لاکنارا اور بے حد گہرے معانی ہیں۔رحمٰن میں یہ معنے اس کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔پس رحمن مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اس میں تکرار کا مفہوم شامل نہیں۔صرف وسعت اور گہرائی پائی جاتی ہے اور اس کا فیضان لامحدود ہے۔

رحیم کے معانی :

﴿رحیم﴾ ۔فَعِیْل کے وزن پر ہے۔یہ وزن رحم میں دو خصوصیات کا اضافہ کرتا ہے بلکہ ہر لفظ میں جو اس وزن میں منتقل کیا جائے۔

پس رحیم ۔فَعِیْل کے وزن پر ہے اور اس کی دو خصوصیات ہیں۔ایک اسے استحکام دیتی ہے۔اگر کہیں کہ فلاں شخص عالم ہے تو اس کا مطلب ہے وہ جانتا ہے۔لیکن علیم وہ شخص ہوگا جس کا علم مستحکم ہو۔عالم عارضی عالم ہوتا ہے لیکن علیم پکا عالم۔علاّمہ کا مطلب ہے ایسا شخص جس کا علم وسیع ہو۔لیکن علیم کا مطلب ہے ایسا شخص جس کا علم بے شک کم ہو لیکن محکم ہو۔پکا علم۔

دوسری خصوصیت فَعِیل کے وزن میں تکرار کی ہے۔ایک عمل جو بار بار کیا جائے۔پس رحیم، رحمن کے مقابلہ میں دو امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔رحیمیت وہ ہے جو ایک بار رحم کا اظہار کرنے کے بعد پیچھے نہ ہٹے بلکہ مستقل تعلق جما لے۔اس کے علاوہ اس کے اظہار میں تکرار چاہئے۔اظہار کرے اور پھر اظہار کرے غرض اس میں تکرار پائی جائے۔رحمانیت تنہا تھی جب اور کچھ نہ تھا جو مانگتا۔لیکن رحیمیت دوسرے سرے پر ہے۔اس کا تکرار بلا وجہ نہیں بلکہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس کا مستحق ہو۔اس لئے اس کا اطلاق عمل پر ہوتا ہے۔یعنی کسی کا عمل ہو جو رحیم کے علاوہ ہو اور اس کا عمل رحم کا استحقاق رکھے۔پھر نہ صرف عمل کا پھل عطا کرے بلکہ عمل سے بڑھ کر پھل دے، جس کا عمل کرنے والا مستحق نہ تھا ہاں کسی حد تک اس نے اس میں شمولیت کی تھی۔جب لوگوں نے رحمانیت سے فیض پایا تو اس میں ان کی شمولیت کی ضرورت نہ تھی۔جب بے جان چیزوں نے رحمان سے بھلائی حاصل کی وہ اس بھلائی کے لئے کسی طرح مستحق نہ تھیں۔ان کو شمولیت کا کوئی شعور نہ تھا لیکن رحیمیت میں شمولیت کا شعور ضروری ہے ورنہ رحیمیت تکرار نہ کرے گی۔یہ معنے رحیمیت میں دوسرے وزن کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔

یہاں رحیم اور رحمان کے امتیازی معنے یہ ہیں کہ رحمان وہ ہے جو اپنے مزاج میں رحم رکھے یعنی اس کے جود و کرم اور احسان میں استحکام پایا جائے اور وہ رحم کا اظہار کر کے اسے واپس نہیں لیتا بلکہ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتا ہے تاکہ آپ مزید مانگیں۔

لیکن رحیم کے معنے بن مانگے دینے والا نہیں بلکہ وہ مانگنے پر رحم کا اظہار کرتا ہے۔پھر وہ اُس پر رحم کا اظہار کرتا ہے جو کسی قدر خود کوشش کر کے اس رحم کا مستحق بنتا ہے۔رحمانیت، رحیمیت سے مل کر کائنات کی تمام پیچیدگیوں اور معمّوں کا حل پیش کرتی ہیں۔اور جب یہ دو صفات ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں تو ربوبیت وجود میں آتی ہے جو خدا تعالیٰ کی اول صفت ہے لیکن یہ رحمانیت اور رحیمیت سے بنتی ہے۔رحمانیت بذات خود ربوبیت نہیں کہلا سکتی، نہ رحیمیت بذات خود ربوبیت کہلا سکتی ہے۔لیکن جب یہ صفات ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں تو ربوبیت پیدا ہوتی ہے۔تب خدا کا جو نظریہ آپ کے سامنے ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک بیحد جود و کرم والی ہستی جو اس بات کی محتاج نہ تھی کہ اس سے کوئی مانگے (یعنی باہر سے مانگے) کیونکہ اس وقت اس کے علاوہ کسی شئے کا وجود نہ تھا لیکن باوجود اس حقیقت کے کہ کسی اور چیز کا وجود نہ تھا کہ وہ اس سے مانگے اس فیّاض ہستی نے سب کچھ عطا کیا جس کی ہر اس چیز کو ضرورت پڑنی تھی جو پیدا ہونے والی تھی۔اس ہستی نے اپنی رحمانیت سے سب مخلوقات کی پیدائش سے پہلے انکی تمام ضرورتوں کو پورا کیا یعنی انسان کی آخری ضروریات تک ہر چیز مہیا کی پس یہ مکمل خلقت ہوئی۔لیکن ادنیٰ چیزوں کے اعلیٰ حالتوں کی طرف ارتقاء کے لئے ان چیزوں کی شرکت اور ایک دوسرے پر اثر کی ضرورت تھی جو غیر شعوری بھی ہوسکتی تھی اور سائنسی اصولوں کے تحت شعوری بھی ہوسکتی تھی۔یعنی جاندار مخلوق کی شرکت جو اپنی روزی آپ کماتے ہیں۔جو اپنی روزی ساتھ نہیں لئے پھرتے بلکہ انہیں روزی کی تلاش میں نکلنا پڑتا ہے۔پس جب آپ کوشش کر کے رحمانیت کے سرچشموں تک پہنچتے ہیں تو آپ کی کوشش کے نتیجہ میں آپ کو پھل مل جاتا ہے لیکن آپ کی کوشش کے تقاضے، حق اور انصاف سے کہیں بڑھ کر اور کہیں زیادہ۔

یہ رحیمیت اور رحمانیت کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اثر ہے اور جیسا کہ میں نے کہا رحم کا تکرار والا مفہوم جس کا اظہار بار بار ہوتا ہے۔موسم آتے جاتے رہتے ہیں لیکن جب وہ آتے ہیں تو ان کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں مثلاً گیہوں بونے کا ایک خاص موسم ہے اور اس موسم میں آپ فصل نہیں کاٹ سکتے۔موسم آتا اور چلا جاتا ہے لیکن رحیمیت آپ کو یہ بتاتی ہے اور یقین دلاتی ہے کہ اگر اس دفعہ تم نے موسم کھو دیا ہے تو انتظار کرو یہ دوبارہ آئے گا۔اس طرح رحیمیت بار بار آ کر بڑھاتی ہے ہر لحاظ سے تکرار کے ساتھ ہر ایک محکمہ میں اور ہر ایک خلق کی ہر ایک راہ میں۔پس رحیمیت کی وجہ سے یعنی اس کے تکرار اور انسانی جدوجہد کے تحت مختلف قابلیتوں کی افزائش کے باعث نئی چیزیں ابھرنا شروع ہو جاتی ہیں اور اس کا نام ارتقاء ہے اور یہ بعینہٖ ربوبیت کے معنے ہیں۔یعنی چیزوں کی قابلیت جو ان کو معمولی حالت سے پکڑ کر درست کرتی اور ترقی دیتی ہے تاکہ وہ چیزیں ایک حالت پر نہ رہیں۔بلکہ ہمیشہ معمولی حالتوں سے ترقی کر کے اعلیٰ حالتوں میں تبدیل ہوتی رہیں۔

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مسائلِ صیام

روزہ اور نیت

سوال: کیا روزہ کے لئے نیت ضروری ہے؟

جواب: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’روزے کے لئے نیت ضروری ہے۔ بغیر نیت کا ثواب نہیں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ افق مشرق پر سیاہ دھاری سے سفید دھاری شمالاً جنوباً ظاہر ہونے تک کھانا پینا جائز ہے۔ اگر اپنی طرف سے احتیاط ہو اور بعد میں کوئی کہے کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی تو روزہ ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے کھانا کھانے اور نماز فجر میں ۵۰ آیت پڑھنے تک وقفہ ہوتا تھا‘‘۔ (الفضل ۲۸/ جولائی ۱۹۱۴ء)

ایک شخص صبح سے شام تک بغیر کچھ کھائے پیئے سویا رہا یا کسی کام میں ایسا منہمک ہوا کہ کھانے پینے کی ہوش ہی نہ رہی تو اس شخص کے اس فاقہ کو روزہ سمجھنا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ روزہ رکھنے کی اس کی نیت ہی نہ تھی اور نہ اس کا یہ فاقہ اس ارادہ سے تھا کہ اس کا روزہ ہے۔

سوال: اگر بوقت سحری روزہ کی نیت نہ تھی لیکن دس یا گیارہ بجے دن کے روزہ کا ارادہ کر لیا تو کیا اس کا روزہ ہو جائے گا؟

جواب: روزہ کی نیت طلوع فجر سے پہلے کی جانی چاہئے۔ البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً اسے علم نہیں ہو سکا کہ آج سے رمضان شروع ہے۔ یا سویا رہا، صبح بیدار ہونے پر پتہ چلا کہ آج تو روزہ ہے یا کوئی اور اسی قسم کا عذر ہے تو وہ دوپہر سے پہلے پہلے اس دن کے روزہ کی نیت کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے طلوع فجر کے بعد سے کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے:

’’عَنِ ابنِ عُمَرَ عَن حَفْصَةَ عَنِ النَّبِی ﷺ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ لَّمْ يَجْمَعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ‘‘۔

(نیل الاوطار باب وجوب النیة من اللیل۔ (ترمذی کتاب الصوم باب لاصیام من لم یعزم من اللیل)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: روزہ صرف اسی شخص کا ہے جس نے فجر سے پہلے پختہ عزم کے ساتھ روزہ کی نیت کر لی ہو۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور حدیث ہے:

’’اَنَّهٗ ﷺ كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ فَيَقُوْلُ هَلْ مِنْ غَدَاءٍ۔ فَاِنْ قَالُوْا لَا، قَالَ فَاِنِّی صَائِمٌ‘‘۔ (مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم النافلة بینة من النهار)

یعنی حضور ﷺ بعض دفعہ گھر تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ ناشتہ کے لئے کوئی چیز ہے؟ اگر یہ جواب ملتا کہ کچھ نہیں تو آپؐ فرماتے اچھا آج مَیں روزہ رکھ لیتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فجر سے پہلے نیت کرنے میں کوئی عذر ہو تو دن کے وقت بھی روزے کی نیت کی جا سکتی ہے۔ گو حضور ﷺ کے یہ روزے نفلی تھے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار دوپہر سے پہلے خبر ملی کہ کل رمضان کا چاند مدینہ کی کسی مضافاتی بستی میں دیکھ لیا گیا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا جس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا وہ روزہ کی نیت کر لے اور جس نے کچھ کھا پی لیا ہے وہ بعد میں اس روزہ کی قضا کرے‘‘۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب فی شهادة الواحد علی رؤیة هلال رمضان)

سوال: (الف) ایک شخص نفلی روزہ کی نیت کرتا ہے لیکن سحری کھانے سے رہ جاتا ہے تو کیا وہ روزہ رکھے؟

(ب) رمضان کی رات میں بیمار تھا۔ صبح سحری کے وقت طبیعت سنبھل گئی تو کیا وہ روزہ رکھے؟

جواب: (الف)۔ سحری کھانا مسنون ہے، ضروری اور واجب نہیں۔ اس لئے اگر کوئی سحری نہیں کھا سکا تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا روزہ ہی نہیں ہوتا۔

(ب) اگر سحری کے وقت طبیعت اچھی ہو تو روزہ رکھنا چاہئے۔ رات سے روزہ کی نیت ہونے کے یہ معنے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے پہلے روزہ رکھنے کا ارادہ کرے۔

سوال: کیا سحری کھانا ضروری ہے؟

جواب: سحری کھائے بغیر روزہ رکھنے میں برکت نہیں۔ ویسے ضرورت اور عذر کی صورت میں سحری کھائے بغیر بھی روزہ رکھنا جائز ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **’’تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُورِ بَرَكَةً‘‘**۔ یعنی سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب برکة السحور من غیر ایجاب)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

(اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک جلد ۳ صفحہ ۱۵)

☆......☆......☆......☆

سفیدی میں نیّتِ روزہ

سوال: ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ مَیں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور مَیں نے کچھ کھا کر روزے کی نیت کی مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی اب مَیں کیا کروں؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں‘‘۔ (بدر ۱۴/ فروری ۱۹۰۷ء، فتاویٰ مسیح موعودؑ صفحہ ۱۲۶)

سوال: قرآن کریم کی آیت ﴿ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ میں الَّیلِ سے ازروئے لغت کیا مراد ہے اور آنحضرت ﷺ کا روزہ کی افطاری کے بارہ میں کیا عمل تھا؟۔

جواب: لغت میں لیل کے معنی ہیں **’’مِن مَغْرِب الشَّمْسِ اِلٰى طُلُوعِ الشَّمْسِ‘‘** یعنی سورج کے غروب ہونے سے لے کر اس کے طلوع ہونے تک کے وقت کو لیل کہتے ہیں۔ لیکن سنتِ متواترہ اور امّت کے اجتماعی عمل سے یہ امر ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں ساری رات مراد نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ ہے جس میں روزہ کھولنا ہے۔ اب ہم اس حصہ کی تعیین کے لئے قرآنی محاورہ پر غور کرتے ہیں تو رات کا آغاز یعنی سورج کے غروب ہونے کا وقت بنتا ہے کیونکہ اِلٰی کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ رات آنے تک رکھنا ہے اور اس کے شروع ہوتے ہی افطار کر لینا ہے۔ چنانچہ احادیث بھی اسی مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔ بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **’’اِذَا اَقْبَلَ الَّيْلُ وَاَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ‘‘**۔

(بخاری کتاب الصوم باب متی یحل فطرا لصائم، مسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم، ترمذی کتاب الصوم صفحہ ۸۸)۔ کہ جونہی مشرق سے رات آئے اور مغرب کی طرف دن جائے یعنی سورج افق میں غائب ہو جائے تو اسی وقت روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہئے۔ اسی طرح فرمایا **’’لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْفِطْرَ‘‘**۔ (بخاری باب تعجیل الافطار صفحہ ۲۶۳)۔ جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے اس وقت تک بہتری اور بھلائی ان کے ساتھ رہے گی۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ **’’عَنْ اَبِی هُرَيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَاعَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ عَجِّلُوْا الفِطْرَ فَاِنَّ الْيَهُوْدَ يُؤَخِّرُوْنَ‘‘**۔

(ابن ماجہ کتاب الصوم باب ماجاء فی تعجیل الافطار)

ترمذی کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ روزہ جلدی افطار کرنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(ترمذی باب تعجیل الافطار)

پس یہی سنت متواتر ہے اور اہل سنت والجماعت کے تمام علماء کا اسی کے مطابق عمل ہے۔

☆......☆......☆......☆

سفر میں روزہ کی ممانعت کی وضاحت

۱......: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سفر میں روزہ رکھنے کو حکم عدولی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

’’مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا‘‘۔

حضور علیہ السلام کا یہ فیصلہ آیت قرآنی ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرہ :۱۸۵) پر مبنی ہے اور احادیث کے مجموعی مفہوم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سفر کی حالت میں رمضان میں روزہ رکھنے والوں کو ’’عُصَاةٌ‘‘ یعنی نافرمان قرار دیا ہے۔ (مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم و الفطر) جن احادیث سے رخصت معلوم ہوتی ہے امام زہریؒ نے ان احادیث کو پہلے کی قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی تصریح ہے۔ **’’قال الزهری و کان الفطر آخر الامرین و انما یؤخذ من امر رسول الله ﷺ بالآخر فالآخر‘‘**۔ (مسلم)

۲......: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باہر سے آنے والے احمدیوں کے لئے قادیان کو وطن ثانی قرار دیا ہے اس لئے وہ وہاں قیام کے دوران میں روزہ رکھ سکتے ہیں اور اگر نہ رکھیں تب بھی جائز ہے۔

۳......: وطن ثانی کی طرف سفر بھی سفر ہی ہے۔ اس لئے سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے افطاری کے وقت سے پہلے قادیان آنے والے روزہ داروں کا روزہ کھلوا دیا تھا۔

۴......: وہ تمام لوگ جن کی ڈیوٹی ہی سفر سے متعلق ہو جیسے ریلوے گارڈ، ڈرائیور، پائلٹ، سفری ایجنٹ، دیہاتی ہرکارے وغیرہ مقیم کے حکم میں ہونگے اور رمضان کے روزے رکھیں گے۔ (فیصلہ مجلس افتاء نمبر ۲۶، مورخہ ۲۶/ فروری ۱۹۶۷ء)

۴......: حضرت اقدس علیہ السلام نے سفر میں روزہ کے حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’اگر ریل کا سفر ہو، کوئی تکلیف کسی قسم کی نہ ہو تو رکھ لے ورنہ خدا تعالیٰ کی رخصت سے فائدہ اٹھائے‘‘۔ (الحکم ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۰ء)

سوال: اگر کسی روزہ دار کو سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا وہ روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب: رمضان کے دنوں میں حتی الوسع سفر سے بچنا چاہئے اور ضرورت کے وقت ہی سفر پر جانا چاہئے۔ کونسا سفر ضروری ہے اس کا فیصلہ خود سفر کرنے والے کی صوابدید پر ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے کوئی دوسرا اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا۔ باقی سفر کوئی سا ہو جب تک وہ جاری ہے اس میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

☆......☆......☆......☆

مارکیٹ برائے فروخت

جامعہ احمدیہ ربوہ کے بالکل سامنے 20 دوکانوں پر مشتمل ’’شاہین مارکیٹ‘‘ برائے فروخت ہے۔ خواہشمند احباب حسب ذیل فون نمبرز پر رابطہ کریں:

ربوہ (پاکستان): (04524)211444

جرمنی: (49) 0615883037

بقیہ:رپورٹ دورہ حضور انور ایدہ اللہ
از صفحہ نمبر ۱۶

عطا کرے گا (یعنی روح القدس) جس کے ساتھ تم غیروں سے امتیاز کلی پیدا کرلوگے اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کردے گا (یعنی روح القدس) جو تمہارے ساتھ ساتھ چلے گا۔ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے''۔

پھر حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے چند اقتباسات پیش کئے جن میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ متقی کو ایسا نور دیا جاتا ہے جو اس کے ہر عضو، ہر قول اور ہر فعل میں نظر آتا ہے۔ اور وہ نور ان راہوں پر بھی نظر آتا ہے جن راہوں پر متقی چلتا ہے اور وہ نور، نورِ الہام، نورِ اجابتِ دعا اور نورِ کراماتِ اصطفاء ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ان اقتباسات کو پیش کرنے کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ تقویٰ کی وجہ سے تمہیں خدائی تائیدات حاصل ہوں گی اور اللہ تمہارے اور غیر میں ہر لحاظ سے ایک فرق رکھ دے گا۔ اگر تقویٰ مستقل مزاجی سے اختیار کرو تو پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کس طرح غیرت رکھتا ہے۔ اور اللہ تمہارے اندر نور رکھ دے گا یعنی نورِ الہام، نورِ اجابتِ دعا یعنی تمہیں ایسے نور سے نوازے گا کہ تمہیں الہام سے نوازے گا، تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔

پس ایسا تقویٰ اختیار کرو کہ خدا سے قبولیت دعا کے فیض سے حصہ پاؤ۔ پیروں، فقیروں کی گدیوں پر نہ چکر لگاتے رہو، اُن کی قبروں پر سجدے کر کے شرک نہ کرو۔ اگر تقویٰ اختیار کرو گے تو براہ راست خدا کے فضلوں کے نظارے دیکھو گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ نیکیوں میں سبقت لے جائے پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اندر وہ طاقتیں پیدا کرے گا کہ تم مقبول بندوں کی طرح قبولیت دعا کے نشان دکھاؤ گے۔ یہ وہ معیار ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے صحابہ کے اندر پیدا کئے اور اپنی جماعت سے جس کی آپؑ توقع رکھتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہوسکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ نور رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ﴾ (الحدید:29) تمہیں نور دیا جائے گا۔ تمہارے تمام قویٰ میں نور ہوگا۔............ جن راہوں پر تم چلوگے وہ راہیں نورانی ہو جائیں گی اور تم سراپا نور ہو جاؤ گے۔

حضور انور نے فرمایا: اللہ کرے کہ ہر احمدی نور سے بھر جائے، ہر احمدی کی کوشش ہونی چاہئے کہ خدا کا خوف اس کے دل میں ہو۔ ہر احمدی کو اس کی طرف جھکنا چاہئے۔ عبادات کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

حدیث میں ہے کہ دو قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں (۱) خدا کے خوف اور اس کی خشیت میں بہنے والا آنسوؤں کا قطرہ (۲) دوسرا خدا کی راہ میں بہنے والا خون کا قطرہ۔

تو دیکھیں عبادت کرنے والے ایک مومن کا تقویٰ کی وجہ سے اللہ کی خشیت کی وجہ سے نکلا ہوا آنسو کا قطرہ اللہ کو اسی طرح پیارا ہے جس طرح خدا کی راہ میں بہنے والا خون کا قطرہ۔

حضور نے فرمایا کہ جہادی تنظیمیں بڑا شور کرتی ہیں کہ خدا کو خون کا قطرہ بڑا پیارا ہے۔ اول تو یہ جہاد ہے ہی نہیں۔ پھر جس طرح بلا تخصیص عورتوں، مردوں، بوڑھوں کو مارا جاتا ہے، خودکش حملے کئے جاتے ہیں، خودکشی تو اسلام میں حرام ہے۔ پھر اللہ کی تائید اِن کے ساتھ نظر نہیں آتی۔ اللہ کا تو جہاد کرنے والوں کے ساتھ تائید کا وعدہ ہے۔ یہ تو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ تو جہاد ہے ہی نہیں۔ اس لئے کہ وقت کے امام کی ہدایات کو ماننا ضروری ہے کیونکہ یہ مان نہیں رہے، یہ جہاد کیسے کر سکتے ہیں۔

حضور نے فرمایا یہ کیوں نہیں اس جہاد کی طرف آتے، یہ کیوں دعائیں نہیں کرتے۔ اگر یہ اس طرح کرلیں تو دیکھیں کہ اللہ کس طرح تائیدات سے نوازتا ہے۔ لیکن یہ بدقسمت ہیں۔ آج کل اگر یہ چیزیں نظر آسکتی ہیں تو احمدیوں میں نظر آتی ہیں اور اس احمدی میں نظر آتی ہیں جس نے صحیح طور پر حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش کی۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خدا کی راہ میں انسان کے جسم پر لگنے والا غبار اور جہنم کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

یہ وہ فرقان ہے جو ایک احمدی کو غیروں سے ممتاز کرتا ہے اور کرنا بھی چاہئے۔ اس روح کو اپنے اندر، اپنے بچوں کے اندر پیدا کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ خشیت کیسے پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس طرح کہ جب یہ خیال ہو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

ایک دفعہ سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ احسان کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو کم از کم یہ احساس تو ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس دن اللہ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اُس دن سات لوگوں کو اللہ کا سایہ نصیب ہوگا۔

(۱) امام عادل کو (۲) وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں اپنی جوانی بسر کی (۳) وہ جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہے (۴) وہ جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ہی خاطر الگ ہوتے ہیں (۵) وہ جو خوبصورت عورت کی دعوت کے باوجود بدی سے بچتا ہے (۶) وہ سخی جو پوشیدہ طور پر خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہے (۷) وہ جس نے اللہ کو خلوت میں یاد کیا اور اس کی خشیت سے اس کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوئے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع میں سے ایک حصہ پڑھا جس میں آنحضرت ﷺ نے تمام انسانوں کو چاہے وہ کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں برابر قرار دیا اور وجہ فضیلت تقویٰ قرار دی۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کونسی چیز سب سے زیادہ جنت میں داخل کرنے والی ہوگی۔ آپ نے فرمایا (۱) تقویٰ، (۲) خُلق (اخلاق)۔

پھر پوچھا کہ کونسی چیز سب سے زیادہ دوزخ میں داخل کرنے والی ہوگی۔ فرمایا (۱) منہ (۲) شرمگاہ۔

اس کے بعد حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس خشیت الٰہی سے متعلق پیش فرمایا جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ خدا کے خوف کے بغیر گریہ وزاری بے معنی ہے۔

پھر حضور انور نے فرمایا: بہت سارے لوگ جب ان کے معاملات جماعت کے پاس آئیں انہیں رونا جلدی آجاتا ہے اور یوں وہ اپنے آپ کو مظلوم ثابت کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو سب علم ہے اس سے ڈرنا چاہئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جو تمہارا ربّ ہے، پانچ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ یہ مومن کی پانچ نشانیاں ہیں گویا تقویٰ پر وہی قائم سمجھا جائے گا جو ان پانچ باتوں پر عمل کرنے والا ہوگا۔

حضرت زید بن ارقمؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا ...... کہ اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما، اس کو خوب پاک صاف کردے تُو ہی سب سے بہتر ہے جو اس کو پاک کر سکتا ہے۔

ایک اور دعا ہے کہ اے اللہ مَیں تجھ سے ہدایت، تقویٰ اور پاک دامنی مانگتا ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ جب رسول کریم ﷺ خدا کے خوف اور خشیت کی وجہ سے اس قدر دعا مانگا کرتے تھے، تو ہمیں کس قدر دعا کرنی چاہئے۔

آپؐ یہ بھی دعا مانگتے: اے اللہ! مَیں عاجز آجانے، سستی، بزدلی، بخل، انتہائی بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا کر۔ اے اللہ مَیں ایسے علم سے جو فائدہ مند نہ ہو اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو۔ ایسی دعا سے جو مقبول نہ ہو پناہ مانگتا ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ دوسروں کو دیکھنے کی بجائے اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے دوسروں کو کہتے ہیں تمہارے بارہ میں خطبہ آیا ہے۔ اپنا جائزہ کوئی نہیں لیتا۔ اپنا جائزہ لینا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے۔ اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بات میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصن حصین ہے۔ ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں: متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلف حقوق، ریاء، عجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو۔ اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروّت، خوش خلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں۔ یعنی اگر ایک ایک خُلق فرداً فرداً کسی میں ہو تو اسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاق فاضلہ اس میں نہ ہوں۔ اور ایسے ہی شخصوں کے لئے ﴿لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ہے اور اس کے بعد ان کو کیا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے ﴿وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ﴾۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں۔ ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے مَیں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار ہو۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں: ''تم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خودنمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔...... اور اسی کے ہو جاؤ۔ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے

Punjab Sweets & Restaurant

ایک سو مہمانوں کے لئے خوبصورت پارٹی ہال
اور باربی کیو پارٹی کے لئے بھی جگہ موجود ہے۔
کھلے آسمان تلے بہترین کھانوں کا لطف اٹھائیں۔
ہر قسم کی مٹھائیاں اور کھانے کا بہترین مرکز
Munawar Ahmad (Babbi)

Punjab Sweets & Restaurant
172-174 Upper Tooting Road
Tooting, London
Tel: 020 8767 3535

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہرا یک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کرسکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔

آخر پر حضور انور نے فرمایا: اللہ کرے کہ ہم خدا کے حکموں پر عمل کرنے والے ہوں، اس کے رسول کے بتائے ہوئے رستوں پر چل کر اس کی خشیت اختیار کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کے مطابق آپ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے والے ہوں اور ہم میں سے ہر ایک دعاؤں کی قبولیت کے نظارے دیکھنے والا ہو، جلسہ کی برکات ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو، آپ کو حفظ وامان میں رکھے، خیریت سے اپنے گھروں میں واپس لے جائے۔

خطاب کے اختتام پر حضور انور نے دعا کروائی۔ 5 بج کر 35 منٹ پر جلسہ کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

اس کے بعد حضور لجنہ کی جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔ بچیوں نے کورس کی شکل میں مختلف نظمیں پڑھیں اور لَاۤاِلٰـہَ اِلَّـا اللّٰہ کا ورد کیا اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ جلسہ سالانہ کی کل حاضری 1589 تھی جبکہ گزشتہ سال یہ حاضری 766 تھی۔

بلجیم کے اس جلسہ سالانہ میں درج ذیل 13 ممالک سے آنے والے احباب شامل ہوئے۔

جرمنی، فرانس، ہالینڈ، انگلستان، سویڈن، ناروے، انڈیا، امریکہ، کینیڈا، پاکستان، نائیجر، نائیجیریا، سوئٹزرلینڈ۔

اس کے بعد شام چھ بجے لجنہ اماء اللہ کی نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ حضور انور نے تمام سیکرٹریان کو تفصیلی ہدایات دیں۔

عاملہ لجنہ کی میٹنگ کے بعد ساڑھے چھ بجے نیشنل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ حضور انور نے باری باری تمام شعبوں کا جائزہ لیا اور سیکرٹریان سے دریافت فرمایا کہ وہ اپنے شعبوں میں کیا کام کر رہے ہیں اور آئندہ کے لئے کیا پلاننگ ہے۔

حضور انور نے مہتمم مال کو ہدایت فرمائی کہ اپنے خدام کی فہرست اس طرح تیار کریں کہ آپ کی جو کُل تجنید ہے اس میں سے سٹوڈنٹ کتنے ہیں اور کتنے ایسے خدام ہیں جو کمانے والے ہیں۔ جو خدام چندہ کے نظام میں شامل نہیں ان کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔ شعبہ سمعی بصری کو حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ ڈاکومنٹری فلم تیار کریں اور ایم ٹی اے کے لئے بھجوائیں۔

حضور انور نے مہتمم تربیت کو ہدایت فرمائی کہ تربیتی کلاسز اور پروگرام باقاعدگی سے ہونے چاہئیں اور آپ کے پاس ریکارڈ ہونا چاہئے کہ ان کلاسز میں کتنے خدام شامل ہوئے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا جو خدام کیمپوں میں رہ رہے ہیں ان کے ساتھ بھی آپ کا مسلسل رابطہ ہونا ضروری ہے، ان کو بھی تربیتی پروگراموں میں شامل ہونا چاہئے۔

حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ خدمت خلق کے پروگراموں کے بارہ میں یہاں کے متعلقہ حکام کو بھی آگاہ رکھا کریں۔

حضور انور نے نومبایعین کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ہدایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ جو لوگ ریفیوجی سنٹرز میں رہتے ہیں ان کی تربیت کے لئے پلان بنائیں۔ ان سے مستقل رابطہ رکھیں۔ ان کی تربیت کا انتظام کریں۔ ان سے ریگولر Contact کریں۔ اگر یہ اپنی جگہ تبدیل کریں اور کسی دوسرے شہر میں نقل مکانی کریں تو آپ کو علم ہونا چاہئے۔ اور آپ کا رابطہ رہنا چاہئے۔ جب رابطہ نہیں کریں گے تو یہ لوگ ضائع ہو جائیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آپ کے پاس سب نومبایعین کی فہرست ہونی چاہئے۔ اپنی مجالس کے قائدین کو یہ فہرستیں دیں کہ وہ اپنے اپنے علاقہ، ریجن میں مقیم ان لوگوں سے رابطہ کریں اور ان کو اپنے تربیتی پروگراموں میں شامل کریں۔

حضور نے مہتمم امور طلباء کو ہدایت فرمائی کہ تمام خدام کی اس طرح فہرست تیار کریں کہ کتنے ہیں جو سکول/کالج/یونیورسٹی جا رہے ہیں۔ اگر کوئی پڑھائی چھوڑتا ہے تو اس کا بھی آپ کو علم ہونا چاہئے۔

حضور انور نے مہتمم اشاعت کو ہدایت فرمائی کہ جو خدام اردو پڑھ سکتے ہیں ان کو رسالہ ''خالد'' پاکستان سے لگوا کر دیں۔

اس کے بعد حضور انور نے شعبہ عمومی کے کام کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ یہ میٹنگ شام سات بجے تک جاری رہی۔ میٹنگ کے بعد خدام نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔

اس کے بعد نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ حضور انور نے قائدین سے ان کے شعبوں اور کاموں کا جائزہ لیا اور ہدایات سے نوازا۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ آپ کی ماہانہ رپورٹ باقاعدگی سے آنی چاہئے۔ حضور انور نے قائد ذہانت وصحت جسمانی کو ہدایت فرمائی کہ انصار کو سیر کرنے کی عادت ڈالیں۔

نومبایعین کے بارہ میں حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ ان کو اپنے تربیتی نظام میں شامل کریں، چندوں کی عادت ڈالیں، قرآن کریم پڑھائیں اور نماز باجماعت کا عادی بنائیں۔

قائد ایثار کو ہدایت فرمائی کہ یہاں جو Old People Homes ہیں وہاں جائیں، ان سے باتیں کریں، پھول، پھل ان کے لئے لے کر جائیں۔ آپ کے جانے سے ان کا دل لگ جائے گا۔ یہی آپ کی خدمت خلق ہے۔

قائد تبلیغ کو حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ گزشتہ تین چار سال کی جو بیعتیں ہیں ان کو اپنے نظام میں شامل کریں۔ ان سے مستقل رابطہ رکھیں۔ اپنے انصار کو بھی Active کریں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ سب کو مستعد ہو کر محنت سے کام کرنا چاہئے اور منصوبہ بندی، پلاننگ کے ساتھ کام کو آگے بڑھانا چاہئے۔

مجلس انصار اللہ کے ساتھ یہ میٹنگ شام ساڑھے سات بجے تک جاری رہی۔ میٹنگ کے آخر پر انصار نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوائی۔

اس کے بعد حضور انور اپنے دفتر تشریف لے گئے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو رات 8:45 تک جاری رہیں۔ بلجیم کی مختلف جماعتوں سے تعلق رکھنے والی 25 فیملیز کے 98 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

نو بجے حضور انور نے مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

مورخہ 13؍ستمبر 2004ء بروز سوموار:

صبح پونے چھ بجے حضور انور نے بیت السلام برسلز میں نماز فجر پڑھائی۔ آج پروگرام کے مطابق بعض مقامات کی سیر کا پروگرام تھا۔ اور بعد ازاں انٹورپن مشن ہاؤس کے دورہ کے پروگرام کے علاوہ سہ پہر ہالینڈ کے لئے روانگی تھی۔

صبح سوا دس بجے حضور انور اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور اس موقع پر موجود احباب کو ہاتھ ہلا کر السلام علیکم کہا اور دعا کروائی۔

دس بج کر بیس منٹ پر بیت السلام برسلز سے ایک تاریخی مقام واٹرلُو (Waterloo) کے لئے روانگی ہوئی۔

برسلز سے واٹرلُو کا فاصلہ بیس کلومیٹر ہے۔ واٹرلُو میں وہ میدان جنگ ہے جہاں نپولین کو شکست ہوئی تھی جس کی یاد میں یہاں شیر کا ایک مجسمہ ایک ٹیلے پر بنایا گیا ہے۔ یہ ٹیلہ 43 میٹر اونچا ہے۔ اس ٹیلے کے اوپر شیر کے مجسمے تک پہنچنے کے لئے 226 سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ جہاں سے سارے میدان جنگ کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ مٹی کے اس ٹیلہ کی تعمیر 1824ء میں ہوئی تھی۔ واٹرلُو کے اس میدان جنگ میں لڑائی ولنگٹن اور بلوشر کی اتحادی فوجوں اور نپولین کی فوج کے درمیان ہوئی تھی جو 18؍جون 1815ء کو نپولین کی شکست پر ختم ہوئی۔

اس جگہ ایک Panorama بھی بنایا گیا ہے جس میں لڑائی کے مناظر بڑی خوبصورتی کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ یہ Panorama، 360 ڈگری کینوس پر بنایا گیا ہے۔ ہر سال 18؍جون کو اس لڑائی کو دو ہزار لوگ اس زمانہ کے سپاہیوں کے لباس میں پیش کرتے ہیں۔

گیارہ بجے حضور انور اس جگہ پہنچے۔ حضور انور، حضرت بیگم صاحبہ اور وفد کے ممبران اس ٹیلہ کے اوپر تک گئے۔ چونکہ بلندی کافی ہے اس لئے بڑی تیز ہوا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اپنی ٹوپیاں سنبھال کر رکھنی پڑتی ہیں۔ اس ٹیلہ کے اوپر دائرے کی شکل میں چلنے پھرنے کے لئے جگہ بنائی گئی ہے جہاں سے چاروں طرف کا دور تک نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ حضور انور کچھ دیر کے لئے اوپر ٹھہرے رہے اور دور دور اردگرد کے علاقہ اور منظر کا نظارہ فرمایا۔

اس جنگ کے مناظر پر مشتمل ایک فلم دکھانے کا انتظام بھی اس میدان کے ایک حصہ میں کیا گیا ہے جس میں لڑائی اور حملہ کی تفصیل، دن، تاریخ اور وقت کی تعین کے ساتھ دکھائی گئی ہے کہ فلاں دن اور فلاں تاریخ کو اتنے بجے حملہ ہوا۔ گویا ہر لمحہ اور گھڑی کو عملی جنگ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

حضور انور نے جنگ کے ان مناظر کو بھی دیکھا اس کے بعد Panorama میں تشریف لے گئے جہاں تصویری زبان میں اس جنگ کے مناظر دکھائے گئے ہیں۔

Panorama کے اندر جاتے ہی یوں لگتا ہے جیسے آپ کسی میدان جنگ کے درمیان میں کھڑے ہیں اور چاروں طرف میل ہا میل تک کھلے آسمان تلے مختلف فوجی دستوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر حضور انور برسلز شہر کے لئے روانہ ہوئے اور قریباً ایک بجے دوپہر برسلز شہر پہنچے جہاں پہلے اٹومیم (Atomium) اور پھر مِنی یورپ (Mini Europe) دیکھنے کا پروگرام تھا۔

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS & COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

اعلیٰ معیار کی ضامن

چناب سویٹس

ہمارے ہاں ہر قسم کی مٹھائیاں، سموسے، پکوڑے آرڈر پر بھی تیار کئے جاتے ہیں۔

بلجیم، ہالینڈ کے لئے بڑے آرڈر پر سپلائی کا انتظام بھی موجود ہے

Chanab Sweets

Bieberer Str. 165-63179 Obertshausen

Germany

Tel: 06104 800612 Fax: 06104 409347

Mobile: 0162 8909960

اٹومیم کی تعمیر 1958ء میں برسلز میں ہونے والی ایک عالمی نمائش کے لئے کی گئی تھی۔ اسے لوہے کے 9 ایٹمز کی صورت میں بنایا گیا ہے جن کو اپنے سائز سے 165 بلین گنا بڑا دکھایا گیا ہے۔ ان کی تعمیر میں تانبے اور ایلومینیم کو استعمال کیا گیا ہے۔ ایک ایٹم کا ڈایا میٹر تقریباً 18 میٹر ہے۔ ہر دو ایٹمز کے درمیان تین میٹر گولائی کے سیلنڈرز ہیں جو کہ ایک ایٹم سے دوسرے ایٹم کے اندر جانے کے لئے بطور گزرگاہ استعمال ہوتے ہیں۔ اٹومیم کی اونچائی تقریباً 100 میٹر ہے۔

دراصل اٹومیم برسلز کے لئے ویسا ہی ہے جیسا کہ ایفل ٹاور پیرس کے لئے۔ سوونیئر کی دکانیں Atomium کے تحائف سے بھری ہوئی ہیں۔ اس کا نقشہ 1955ء میں Andrewater Keyni نے بنایا جس کا مقصد اٹومیم کو چھ ماہ کے لئے کھڑا کرنا تھا۔ مگر اٹومیم آج بھی موجود ہے۔ اس کی سب سے بالائی منزل والے ایٹم کے ریسٹورنٹ سے برسلز شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اٹومیم دیکھنے کے بعد مِنی یورپ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔

منی یورپ برسلز شہر میں تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں یورپین ممالک کے اہم مقامات اور عمارتوں کو بعینہ ان کی اصل شکل (لیکن سائز میں چھوٹا) تعمیر کیا گیا ہے۔ منی یورپ کے منصوبہ کی تکمیل کے لئے 1987ء میں یورپین مؤرخین نے یورپین یونین کے اہم مقامات کا انتخاب شروع کر دیا تھا۔ ان مقامات کو ان کے تاریخی ہونے کی وجہ سے خوبصورتی اور یورپین تہذیب کی پہچان کے طور پر منتخب کیا گیا ہے۔ ان مقامات یا عمارات کو ان کے اصل حجم سے 1/25 ویں حصہ کے حساب سے تعمیر کیا گیا ہے۔ منی یورپ کی تعمیر کا مقصد یوپین تہذیب کو متعارف کروانا ہے۔ اس جگہ کی سیر سے ہر کوئی لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ یہ سیر ماضی کی یادوں کو تازہ کرنے اور یورپین یونین کے ساتھ انس بڑھانے میں ممد ثابت ہو سکتی ہے۔ اس منصوبہ پر تقریباً 275,000 یورو خرچ ہوئے اور یورپی یونین کے آٹھ ممالک کے ماہرین فن کو لایا گیا جنہوں نے 15 ممالک کی عمارتوں اور مقامات کو تعمیر کیا۔

منی یورپ دیکھنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ قریباً اڑھائی بجے برسلز سے انٹورپن شہر کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو ایک چار منزلہ مشن ہاؤس خریدنے کی توفیق ملی ہے۔

انٹورپن (Antwerpon) بلجیم کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہ دنیا کا ایک قدیم شہر ہے۔ کسی زمانہ میں اس کو Antwerpia کہا جاتا تھا۔ پانچ چھ سو سال قبل ایک بادشاہ نے یہاں ٹیکس کا نظام نافذ کیا تو اس نے قانون بناتے ہوئے لکھا کہ جو شخص ٹیکس ادا نہیں کرے گا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ Antwerpia کے معنی ہاتھ کاٹنے اور سزا دینے کے ہیں۔ اس سے اس شہر کا نام Antwerpia پڑ گیا۔ اس شہر کی بندرگاہ دنیا کی دوسری بڑی بندرگاہ (Port) کہلاتی ہے۔ جہاں سے سال میں ہزارہا بحری جہاز سامان لاتے اور لے جاتے ہیں۔

انٹورپن میں دنیا کا سب سے بڑا ڈائمنڈ ریسرچ سنٹر (Diamond Research Centre) بھی ہے۔ اس سنٹر میں ہیروں کی تراش خراش کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ اس شہر میں جماعت احمدیہ کا قیام 1992ء میں ہوا۔

سوا تین بجے حضور انور احمدیہ مشن ہاؤس انٹورپن پہنچے جہاں بچوں اور بچیوں نے استقبالیہ نغمے پڑھتے ہوئے حضور انور کا استقبال کیا۔ صدر صاحب جماعت انٹورپن نے اپنی مجلس عاملہ کے ساتھ حضور انور کو خوش آمدید کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سوا چار بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ اس کے بعد حضور انور نے تمام مرد احباب کو مصافحہ کا شرف بخشا اور احباب نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ حضور نے بچوں اور بچیوں میں چاکلیٹ تقسیم کئے۔ اس کے بعد حضور انور لجنہ کے ہال میں تشریف لے گئے جہاں خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔

اس کے بعد حضور انور نے اس چار منزلہ مشن ہاؤس کا معائنہ فرمایا۔ Basement ان چار منازل کے علاوہ ہے۔ گراؤنڈ فلور پر نماز کے لئے مردانہ حصہ بنایا گیا ہے اس کے علاوہ اس فلور پر میٹنگ روم، تبلیغی روم، کچن اور دو دفاتر بھی ہیں۔ پہلی منزل پر ایک بڑا ہال ہے جو مختلف پروگراموں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری منزل پر لجنہ کا ہال ہے۔ اس کے علاوہ کچن بھی موجود ہے۔ اس فلور پر ایک مکمل اپارٹمنٹ بھی بنایا جا سکتا ہے۔

آخری منزل کے علاوہ باقی تمام منازل پر باتھ رومز، ٹائلٹس اور وضو کرنے کے لئے جگہیں ہیں۔ یہ مشن ہاؤس بہت با موقع ہے۔

مشن ہاؤس کے معائنہ کے بعد پروگرام کے مطابق اب یہاں سے نن سپیٹ، ہالینڈ کے لئے روانگی تھی۔ یہاں سے 5:30 پر حضور انور نے دعا کروائی اور ہالینڈ کے لئے روانگی ہوئی۔ مکرم امیر صاحب ہالینڈ، نائب امیر صاحب ہالینڈ، مبلغ انچارج اور صدر مجلس خدام الاحمدیہ اپنے بعض خدام کے ساتھ حضور انور کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے پہلے سے ہی بلجیم پہنچے ہوئے تھے۔ سوا دو گھنٹہ کے سفر کے بعد پونے آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نن سپیٹ ہالینڈ پہنچے جہاں احباب جماعت نے حضور انور کا استقبال کیا۔

ساڑھے آٹھ بجے حضور انور نے مشن ہاؤس ”بیت النور“ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

مورخہ 14/ستمبر 2004ء بروز منگل:

صبح پونے چھ بجے حضور انور نے بیت النور، نن سپیٹ میں نماز فجر پڑھائی۔

گیارہ بج کر چالیس منٹ پر ہالینڈ کے ایک شہر Volendon کے لئے روانگی ہوئی۔ یہ شہر سمندر کے کنارے پر واقع ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے سمندر کے درمیان 35,30 کلومیٹر تک سڑک تعمیر کی گئی ہے۔ سڑک کے دونوں طرف سمندر ہے۔ بڑا خوبصورت نظارہ ہے۔ دوپہر کا کھانا یہاں کے ایک قدیم ہوٹل Hotel Spander میں کھایا۔ یہ ہوٹل 1854ء میں تعمیر ہوا تھا۔ اس کے بعد نن سپیٹ واپسی ہوئی جہاں حضور انور نے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

شام 7:15 پر حضور انور نن سپیٹ کے قریب ہی ایک فارم دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور فارم کے مختلف حصوں کو دیکھا۔ مشینوں کے ذریعہ گائیوں سے دودھ حاصل کیا جا رہا تھا۔ حضور انور نے یہ سارا پراسس دیکھا۔ آٹھ بجے یہاں سے واپسی ہوئی۔ سوا آٹھ بجے حضور انور نے مسجد ’بیت النور‘ نن سپیٹ میں نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے نن سپیٹ مشن ہاؤس میں ہونے والی مرمتوں اور مجوزہ تبدیلیوں کا جائزہ لیا۔ لندن سے مکرم محمد اکرم احمدی صاحب چیئرمین احمدیہ آرکیٹیکٹس ایسوسی ایشن، یورپی چیئرمین اور مکرم عباس خان صاحب نن سپیٹ آئے ہوئے تھے۔ حضور انور نے معائنہ اور جائزہ کے ساتھ ساتھ منتظمین کو ہدایات دیں۔

جماعت ہالینڈ نے رات کے کھانے کے لئے باربی کیو کا انتظام کیا ہوا تھا۔ معائنہ سے فارغ ہو کر حضور انور اس جگہ تشریف لے گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر حضور انور نے دعا کروائی۔

مورخہ 15/ستمبر 2004ء بروز بدھ:

صبح پونے چھ بجے حضور انور نے بیت النور، نن سپیٹ میں نماز فجر پڑھائی۔

گیارہ بجے نن سپیٹ سے براستہ بلجیم، فرانس، لندن کے لئے روانگی ہوئی۔ حضور انور اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے۔ حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے احباب جماعت جمع تھے۔ سبھی احباب نے حضور انور سے شرف مصافحہ اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔ حضور انور نے دعا کروائی اور قافلہ لندن کے لئے عازم سفر ہوا۔

دوپہر ایک بجے بلجیم کا بارڈر کراس کر کے بلجیم کی حدود میں داخل ہوئے۔ پونے دو بجے بلجیم کے ایک شہر Gent سے دس کلومیٹر پہلے مین ہائی وے کے اوپر ایک ریسٹورنٹ میں رک کر دوپہر کا کھانا کھایا اور کھلے لان میں حضور انور ایدہ اللہ نے نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔

خدام الاحمدیہ ہالینڈ کی ایک ٹیم اس انتظام کے لئے پہلے سے ہی یہاں پہنچی ہوئی تھی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد دو بج کر پچیس منٹ پر یہاں سے آگے روانگی ہوئی اور ساڑھے تین بجے فرانس کی پورٹ Calais پہنچے جہاں امیر صاحب فرانس نے اپنی مجلس عاملہ کے بعض ممبران اور خدام کے ساتھ حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ جماعت فرانس نے پورٹ پر چائے وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔

ہالینڈ سے امیر صاحب ہالینڈ، نائب امیر صاحب ہالینڈ، مبلغ انچارج ہالینڈ، صدر صاحب خدام الاحمدیہ اور خدام کی ایک ٹیم حضور انور کو Calais کی پورٹ تک چھوڑنے کے لئے ساتھ آئی تھی۔ ان سب احباب نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ہی امیر صاحب فرانس نے بھی اپنے وفد کے ساتھ واپس جانے کی اجازت حاصل کی۔ حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی۔ اس کے بعد پونے چار بجے امیگریشن کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد ساڑھے چار بجے ”Sea Cat“ فیری میں سوار ہوئے جو فرانس کے مقامی وقت کے مطابق پانچ بجے بندرگا Dover کے لئے روانہ ہوئی۔ پچاس منٹ کے سفر کے بعد برطانیہ کے مقامی وقت کے مطابق چار بج کر پچاس منٹ پر Dover پہنچے۔ (برطانیہ اور فرانس کے وقت کے وقت میں ایک گھنٹہ کا فرق ہے)۔

پورٹ پر مکرم منصور احمد شاہ صاحب نائب امیر یو۔کے۔ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد مبلغ انچارج یو۔کے۔ نے دیگر جماعتی عہدیداران کے ساتھ حضور انور کو خوش آمدید کہا۔

حضور انور نے ان سب احباب کو شرف مصافحہ عطا فرمایا اس کے بعد قافلہ لندن کے لئے روانہ ہوا۔ Dover سے لندن کا فاصلہ 109 میل ہے۔ قریباً دو گھنٹہ کے سفر کے بعد شام ساڑھے سات بجے مسجد فضل لندن پہنچے۔ جہاں بڑی تعداد میں احباب جماعت مرد و زن بوڑھے بچے اپنے پیارے آقا کی آمد کے منتظر تھے۔ جونہی حضور انور کی گاڑی مسجد کے بیرونی گیٹ میں داخل ہوئی احباب جماعت نے ہاتھ ہلا کر حضور انور کو خوش آمدید کہا اور حضور کا استقبال کیا۔ یوں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ حضور ایدہ اللہ کا یہ دورۂ یورپ اپنے اختتام کو پہنچا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس للّٰہی سفر کی برکات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

اعتذار و تصحیح

الفضل انٹرنیشنل کے گزشتہ شمارہ 15/اکتوبر 2004 کے صفحہ نمبر 16 پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ یورپ کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں 10/ستمبر کی رپورٹ کا ابتدائی پیرا سہواً طبع نہیں ہوا۔ ادارہ اس سہو پر معذرت خواہ ہے۔

ذیل میں اس رپورٹ کا ابتدائی حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(مورخہ 10/ستمبر 2004ء بروز جمعۃ المبارک:

صبح پونے چھ بجے حضور انور نے مسجد بیت السلام برسلز (بلجیم) میں نماز فجر پڑھائی۔ آج جلسہ سالانہ بلجیم کا پہلا دن تھا۔ ایک بج کر پچپن منٹ پر پرچم کشائی کی تقریب ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے لوائے احمدیت اور مکرم امیر صاحب بلجیم نے بلجیم کا قومی پرچم لہرایا۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے دعا کروائی۔)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ ہمارا پتہ یہ ہے:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

آنحضرت ﷺ کا مقام عبودیت

جس وقت آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے **ظهر الفساد فی البر والبحر** کا نظارہ عروج پر تھا اور لوگ مختلف قسم کی بدیوں میں سرشار تھے۔ آپ ﷺ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو متفرق طور پر مختلف نبیوں میں پائے جاتے تھے۔ بعثت سے قبل بھی آپ کا کردار یہ تھا کہ کبھی شراب کو منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا اور بتوں کے لئے منائے جانے والے تہواروں میں کبھی شرکت نہ کی۔ شروع سے ہی ان باطل معبودوں سے آپؐ کو اتنی نفرت تھی کہ ان سے بڑھ کر آپ کی نظر میں کوئی چیز مبغوض نہ تھی حتیٰ کہ لات وعزیٰ کی قسم سننا بھی آپ کو گوارہ نہ تھا۔ ہفت روزہ "بدر" قادیان ۲۰/اپریل ۲۰۰۴ء میں مکرم محمد یوسف انور صاحب نے اپنے مضمون میں آنحضرت ﷺ کی عبادت کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے۔

آپؐ کی عبادت کا پہلا دَور وہ تھا جب آپؐ گوشہ تنہائی میں جاکر عبادات بجالاتے۔ اور بالعموم شہر سے تین میل کے فاصلہ پر حرا نامی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار میں بیٹھ کر غور کیا کرتے تھے۔ اور اس جگہ ایک خدا کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں آپ کو اس قدر لطف آتا تھا کہ آپؐ کئی کئی دن اس غار میں رہتے تھے۔ تاریخ اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اس غار میں ذکر الٰہی اور تفکر اور دعا اور مراقبہ میں محو رہ کر اپنے خالق و مالک کی پرستش کیا کرتے تھے اور تمام دنیا کی ہدایت کے سامان مانگا کرتے تھے۔

آپؐ کے دل میں اپنی قوم کی اصلاح کیلئے ایک تڑپ تھی اور مشرکانہ ماحول میں آپؐ کے قلب اطہر کا خدا کی عبادت کی طرف جھکنا ایک زبردست دلیل یقیناً اس بات کی ہے کہ آپ خدا کے فضل سے عبودیت کے اعلیٰ ارفع مقام پر فائز تھے۔

دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کی عبادات کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ ابتدائی تین سال تک آپ نے اپنے دعویٰ نبوت کو اپنے گھر والوں اور قریبی دوستوں تک محدود رکھا۔ ابتداء میں جبرائیل نے آپؐ کو نماز اور وضو کا طریق سکھایا مگر باقاعدہ پانچ وقت کی نماز بعد میں واقعہ معراج واسراء کے بعد شروع ہوئی۔ شروع شروع میں مسلمان اپنے طور پر گھروں میں یا مکہ کے پاس گھاٹیوں میں دو دو چار چار مل کر جب موقع ملتا ایک عام عبادت کے رنگ میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی بھی یہی حالت تھی کہ مکہ کی کسی گھاٹی میں چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ اور حضرت علیؓ کسی درّہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتفاق سے ابو طالب وہاں آنکلے، اس جدید طریقہ عبادت پر انہیں تعجب ہوا، کھڑے ہو کر بغور دیکھتے رہے، حقیقت معلوم ہوئی تو کہا کہ اس پر قائم رہیں۔

جب نبوت کے چوتھے سال آنحضرت ﷺ نے کھلی "تبلیغ" کا آغاز فرمایا تو مخالفت کی سخت رَو چلی یہاں تک کہ آپؐ کو خانہ کعبہ میں عبادت کرنے سے بھی زبردستی روکا گیا۔

ایک دفعہ آپؐ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط غصہ میں اٹھا اور آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کا دَم رکنے لگا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ دوڑے ہوئے آئے اور آپؐ کو اس بدبخت کے شر سے بچایا اور کہا کیا تم اس شخص کو صرف اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔

ابتداء میں آپؐ اور صحابہ کرام ارقم بن ارقمؓ کے گھر کو عبادت کے لئے استعمال کرتے رہے۔ یہاں آنحضرت ﷺ نہایت جوش وخروش سے عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ سورہ مزمل ابتدائی سورتوں میں سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی عبادت کا نقشہ کھینچا ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل نے کہا: کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھڑی اٹھالاتا، جب محمد ﷺ سجدہ میں جاتے تو ان کی گردن پر رکھ دیتا۔ عقبہ نے کہا کہ یہ کام میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ بدبخت گیا اور اوجھڑی لے آیا اور جب آپؐ سجدہ میں گئے تو آپؐ کی گردن پر رکھ دی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے کہ کسی طرح آپؐ کی چہیتی بیٹی فاطمہؓ کو خبر ہوئی۔ وہ اگرچہ کم عمر تھیں لیکن جوش محبت سے دوڑی آئیں اور کسی طرح اوجھڑی کو ہٹاکر عقبہ کو برا بھلا کہا۔

معراج نبوی کے موقع پر جو احکامات آپؐ کو خدا تعالیٰ کے دربار سے ملے، ان میں سے ایک پنجگانہ نماز بھی ہے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ خدا کے حضور لوگوں کی ہدایت کے لئے اس گریہ وزاری سے دعا کرتے جس طرح ہانڈی میں ابال آنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر آپ کی عبادت اس قدر لمبی ہوتی کہ عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو گیا تو اس قدر تکلیف ہوئی کہ قریب تھا کہ میں نماز کو توڑ کر بھاگ جاتا۔ کیونکہ میرے قدم اب زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتے تھے اور میری طاقت سے باہر تھا کہ زیادہ دیر تک کھڑا رہ سکوں"۔ یہ ایسے صحابی کا بیان ہے جو جوان تھے۔

آنحضور ﷺ کی عبادت کا تیسرا دور ہجرتِ مدینہ سے شروع ہوتا ہے۔ جہاں نسبتاً سکون اور آزادی کا ماحول میسر آیا۔ پہلی باقاعدہ مسجد بھی ہجرت کے بعد ہی تعمیر ہوئی۔

جنگ احزاب میں ۲۱/ دن تک دشمن نے مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ اس جنگ کے دوران آنحضرت ﷺ کی بعض نمازیں ضائع ہو گئیں اور وقت پر نہ پڑھی جاسکیں۔ آپؐ کو اس کا بہت رنج پہنچا اور آپؐ نے دشمن کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے کہ خدا ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھردے، انہوں نے ہماری نمازیں ضائع کی ہیں۔ پھر آپ نے عصر اور مغرب کی نماز اکٹھی کر کے پڑھائی۔ نماز کے چھوٹ جانے کا یہ واقعہ زندگی میں ایک مرتبہ ہوا۔

آنحضرت ﷺ عبادت الٰہی میں اس قدر سرور اور لذت حاصل کرتے تھے کہ بیماری کی حالت میں بھی آپ نے نماز کو ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ بوجہ بیماری وکمزوری آپؐ نے ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیدیا لیکن جونہی اس دوران آپؐ نے افاقہ محسوس کیا تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ آپؐ اپنی قلبی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں: **قُرَّةُ عَيْنِی فِی الصَّلوةِ** کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ نیز ہر عبادت کے بعد آپؐ خدا کا شکر بجالاتے کہ اس نے اس عبادت کی توفیق دی۔

اپنے منصب اور رتبوں کے باوجود آنحضورؐ کو اپنی بشریت اور عبودیت کا برابر احساس رہتا تھا۔ خدا کی عظمت اور جلال کے سامنے ہمیشہ خوف دامنگیر رہتا۔ آپؐ اللہ کے چہیتے تھے لیکن کبھی مقام عبودیت میں فرق نہ آنے دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے جو عالم ہوتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ آپؐ صرف عالموں کے سردار ہی نہ تھے بلکہ عرفان کے بھی انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور اس قول کے مصداق تھے: "ہر کہ عارف تراست ترساں تر" کہ جو جتنا زیادہ عارف باللہ ہوتا ہے اتنا ہی خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے۔

خشیت الٰہی عبودیت کی صفات میں سے ہے اس کا غلبہ آپؐ پر اس قدر تھا کہ آپ نے کبھی بھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کیا۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کریگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: نہیں، اگر خدا کا فضل اور رحمت مجھے ڈھانپ لے تو ہی میں جنت میں داخل ہوں گا۔

۵ھ میں آپؐ ایک دفعہ گھوڑے سے گر گئے جس کی وجہ سے آپکی پنڈلی اور ران وغیرہ میں چوٹیں آئیں اور آپؐ پانچ دن بیٹھ کر نماز ادا فرماتے رہے۔

آنحضرت ﷺ نے جملہ عبادات میں سب سے زیادہ زور نماز پر دیا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس کے نتیجہ میں بندہ اپنے ربّ سے ہمکلام ہوتا ہے اور گویا اس کی مجلس میں پہنچ جاتا ہے۔ آپکو نمازوں سے اس قدر محبت تھی کہ فرض نمازوں کے علاوہ بڑی کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے اور نماز تہجد بلاناغہ ادا فرماتے۔ آپؐ نے نماز کی یہ شان بتائی ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کو دیکھ لے یا کم سے کم یہ کیفیت ہونی چاہئے کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

رسول کریم ﷺ کثرت سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعائیہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی امت کیلئے کثرت سے دعائیں بھی کیں تا آپؐ کی امت راہ راست پر قائم رہے۔ اور جب کبھی اس میں کوئی خرابی پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے اشخاص کو کھڑا کردے جو اس خرابی کو دور کریں۔

حضرت چوہدری محمد علی صاحب پٹواریؓ

روزنامہ "الفضل" ربوہ 24/مارچ 2004ء میں مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب نے اپنے دادا حضرت چودھری محمد علی صاحب پٹواریؓ (آف چونڈہ ضلع سیالکوٹ) کے حالات بیان کئے ہیں۔

آپؓ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں حضرت چوہدری مولا بخش بھٹی صاحبؓ آف چونڈہ کی تحریک پر احمدیت قبول کی۔ ۱۹۱۶ء میں نظام وصیت سے منسلک ہوگئے۔ ۱۹۲۷ء میں بطور پٹواری ملازمت شروع کی اور دوران ملازمت دیانتداری کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ آپؓ جماعت احمدیہ چونڈہ کے صدر اور امیر حلقہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ محترم دادا جان کے دل میں ہر ایک کی ہمدردی پائی جاتی تھی بلا تمیز سب سے یکساں سلوک کرتے تھے۔ صاحب جائیداد تھے۔ اور چونڈہ میں آپ کی بیٹھک مہمانوں کے لئے بڑی مشہور تھی۔ مربیان اور دیگر مرکزی مہمان اکثر آپ کے پاس ہی آکر ٹھہرتے تھے۔ مہمان نوازی کا تو اتنا شوق تھا کہ بعض اوقات مہمان تلاش کر کے لے آتے۔

آپؓ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ نماز، روزہ کی پابندی کرتے اور قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے تھے۔ فروری 1966ء میں آپ کی وفات فیروزوالہ میں ہوئی اور تدفین بھی فیروزوالہ ہی کے ایک قبرستان میں ہوئی اور موصی ہونے کی وجہ سے آپ کا کتبہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں نصب کردیا گیا۔

ماہنامہ "السلام" بیلجیم مئی، جون ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم ثاقب زیروی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

فلک گیر ہے اب صدائے خلافت
سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت
ہوئے جان ودل سے فدائے خلافت
زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے
بقا عدل کی ہے بقائے خلافت
خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 Friday October 22 , 2004 Issue No. 43

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے دورۂ یورپ کی بعض جھلکیاں

ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ نیکیوں میں سبقت لے جائے پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اندر وہ طاقتیں پیدا کرے گا کہ تم مقبول بندوں کی طرح قبولیت دعا کے نشان دکھاؤ گے۔

حضور ایدہ اللہ کا بلجیم کے جلسہ سالانہ سے اختتامی خطاب، ذیلی تنظیموں کی مجالس عاملہ کے ساتھ میٹنگز میں ان کی کارکردگی کا جائزہ اور تفصیلی ہدایات

(رپورٹ :عبدالماجد طاہرؔ۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر۔ لندن)

مورخہ 12 ستمبر 2004ء بروز اتوار:

صبح پونے چھ بجے حضور انور نے بلجیم مشن ہاؤس کے احاطہ میں واقع جلسہ گاہ میں تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔صبح کے وقت حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

چار بجے حضور انور جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد جلسہ سالانہ بلجیم کے اختتامی اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔تلاوت قرآن کریم عبدالستار صاحب نے کی۔اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام ''جمال وحسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے'' رائے مظہر احمد صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنایا۔اس کے بعد حضور انور نے اختتامی خطاب فرمایا۔

حضور انور نے تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ الانفال کی درج ذیل آیت تلاوت فرمائی:

﴿یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ۔وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (الانفال:30) ۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہارے لئے ایک امتیازی نشان بنا دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

اس کے بعد فرمایا: کسی بھی سچے دین کی نشانی یہ ہے کہ وہ کس قدر انسان کو اپنے خدا کی طرف لے جانے والا ہے۔اور اپنے پیدا کرنے والے کا خوف اور اس کی خشیت اپنے ماننے والوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔اور اس کے لئے کیا تعلیم دیتا ہے۔اگر جائزہ لیا جائے تو صرف اسلام ہی اس کی تعلیم دیتا ہے۔یہ کہ اگر تم نے خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے تو اس کا خوف، ایسا خوف جو محبت کا اظہار بھی رکھتا ہوا اپنے دلوں میں پیدا کرو، خدا کو راضی کرنے والے بنو اور اس کی محبت حاصل کرو۔یہ صرف منہ سے نہ ہو بلکہ اپنے عمل سے، اپنے فعل سے اس بات کی تصدیق ہو کہ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے سے حقیقی پیار ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دلوں میں اس کا خوف رکھتے ہوں۔

خدا کو ماننے والا ہر وقت اس کے خوف کو سامنے رکھے گا۔اس کی عبادت بجالائے گا۔کسی قسم کے دنیاوی مال کی محبت اس کی خشیت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہوگی۔پھر کس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ امتیازی سلوک کرے گا۔وہ فرماتا ہے کہ کہ تم سوئے ہوئے ہوگے اور مَیں تمہارے لئے جاگوں گا۔تم تکلیف میں ہوگے، مَیں تمہاری تکلیف کو دور کروں گا۔

﴿مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا۔ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾(الطلاق:3-4)۔جب اللہ تعالیٰ تکلیف سے نکالنے کا رستہ نکالتا ہے تو ایسے ایسے رستے نکالتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔اپنے بندوں کے لئے غائب سے ایسے رزق کے سامان کرتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔اس مادی دنیا میں انسان خیال کرتا ہے کہ اپنی بیوی بچوں کے لئے رزق کا سامان کروں اگر اللہ نہ چاہے تو انسان جتنا مرضی کوشش کرلے اُس کو حاصل نہیں کرسکتا۔یا جتنی اُس کی خواہش ہوتی ہے اتنا حاصل نہیں کرسکتا۔

روز ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے بڑے بڑے کاروبار کرنے والے ہوتے ہیں اور پھر کس طرح راتوں رات دیوالیہ ہوجاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ بعض لوگ یہاں ریستورانوں میں غلط قسم کے کام کرتے ہیں اور اس خیال سے نہیں چھوڑتے کہ بھوکے مرجائیں گے۔جب مَیں نے توجہ دلائی تو اکثریت نے چھوڑ دئے اور اللہ نے پہلے سے زیادہ بہتر کام دے دئے کیونکہ اللہ فرماتا ہے﴿وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ رزق دینا تقویٰ سے مشروط ہے۔اگر کسی کو پہلے سے اچھا کام نہیں ملا تو وہ اللہ سے زیادہ لو لگائے، اپنے اندر زیادہ تقویٰ پیدا کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو خدا کا متقی اور اس کی نظر میں متقی بنتا ہے اس کو خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا ہے اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے آتا ہے۔خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ برحق ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے اور بڑا رحیم کریم ہے۔جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہ اسے ہر ذلّت سے نجات دیتا ہے اور خود اس کا حافظ وناصر بن جاتا ہے۔مگر وہ جو ایک طرف دعویٰ اِتّقاء کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے ان دونوں میں ہم کس کو سچا کہیں اور کس کو جھوٹا؟ خدا تعالیٰ پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے۔﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ہم اس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔اصل یہ ہے کہ ان کا تقویٰ یا ان کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل وقعت ہو یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے، لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔سو ان پر بجائے رحمت اور برکت کے لعنت کی مار ہوتی ہے جس سے سرگرداں اور مشکلات دنیا میں مبتلا رہتے ہیں۔خدا تعالیٰ متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے وعدوں کا سچا اور پورا ہے۔

حضرت داؤدؑ زبور میں فرماتے ہیں کہ مَیں بچہ تھا، جوان ہوا، جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر مَیں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو دربدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔

یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور ان کو دوسرے کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے۔بھلا اتنے جو انبیاء ہوئے ہیں، اولیاء گزرے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بھیک مانگا کرتے تھے؟ یا ان کی اولاد پر یہ مصیبت پڑی ہو کہ وہ دربدر خاک بسر ٹکڑے کے واسطے پھرتے ہوں؟ ہرگز نہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے واضح کر دیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے کمی رہ گئی ہے تو ہماری کمزوری کی وجہ سے ہے۔استغفار کریں، اس کے سامنے جھکیں۔وہ سچے وعدوں والا ہے انشاء اللہ بہتری کے سامان کرے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ﴿مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا﴾ (الطلاق:5) جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔اگر تمہارے رزق میں کمی ہو، تمہارے کاموں میں روک ہو تو اس کا تقویٰ اختیار کرو، اس کے سامنے جھکو، نمازوں میں پابندی کرو، اس کی طرف جھکتے ہوئے اس کے احکام کی پیروی کرو۔وہ ضرور آسانیوں کے سامان پیدا کر دے گا۔بعض دفعہ آزمائش ہوتی ہے اور اللہ کسی کی طاقت کے مطابق آزماتا ہے۔

تمہاری برائیاں تقویٰ سے دور ہوں گی۔جب فعلی شہادت سے پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ احسان فرمارہا ہے تو پھر اللہ کے وعدوں پر ایک مومن کو اور بھی پختہ یقین ہو جاتا ہے۔پھر ایک مومن بندہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اور ترقی کرتا ہے اور پھر اللہ کے دائمی فضلوں کا وارث ٹھہرتا ہے۔اللہ تمام فضلوں کا مالک ہے اور پھر یہ کہ وہ بندوں میں فضل بانٹنے کی طاقت بھی رکھتا ہے اور فرماتا ہے۔﴿یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ۔وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (الانفال:30)۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ جلّشانہ سے ڈرتے رہو تو خدا تعالیٰ تمہیں وہ چیز

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔